حقوق الوالدین

مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلند شہری رحمۃ اللہ علیہ

مکتبۂ معارف القرآن کراچی
(Quranic Studies Publishers)

حقوق الوالدین

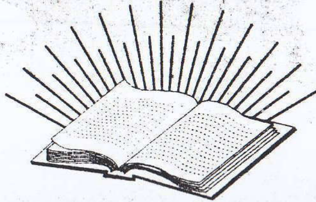


حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلند شہری رحمۃ اللہ علیہ



مکتبہ معارف القرآن کراچی ۱۴





مکتبہ معارف القرآن کراچی

Quranic Studies Publishers



باہتمام خضر اشفاق قاسمی

طبع جدید : ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ - اپریل ۲۰۰۸ء

مطبع احمد پرنٹنگ کارپوریشن ناظم آباد نمبر 1، کراچی۔

ناشر : مکتبہ معارف القرآن کراچی

فون : 5031565 - 5031566

ای میل : mm.q@live.com

ملنے کے پتے:

* مکتبہ معارف القرآن کراچی
فون: 5031565 - 5031566

* ادارۃ المعارف کراچی
فون: 5049733 - 5032020

فہرست مضامین



تقدیم

جناب مولانا تقی الدّین مظاھری زید مجدّھم

مستشار علمی رئاسۃ القضاء الشرعی، ابوظھبی

امارات متحدہ عربیّہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

امّا بعد، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو حق وہدایت لے کر اس دنیا میں تشریف لائے اس میں سب سے پہلی چیز ایمان اور توحید کی دعوت تھی، پھر جو لوگ آپؐ کی اس دعوت کو قبول کر لیتے ان کو آپؐ عملی زندگی گزارنے کیلئے ہدایات دیتے تھے، آپؐ کی اس ہدایت کو بنیادی طور پر دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے،

ایک وہ جس کا تعلق بندوں پر اللہ تعالیٰ کے حقوق سے ہے، جس میں آپؐ نے بتلایا کہ بندوں پر اللہ تعالیٰ کے کیا حقوق ہیں اور اس باب میں ان کے فرائض کیا ہیں؟ اور حقوق وفرائض کی ادائیگی کیلئے انہیں کیا کرنا چاہئے؟

دوسرا حصہ آپؐ کی تعلیم کا وہ ہے جس کا تعلق حقوق العباد سے ہے جس میں بتلایا گیا ہے کہ بندوں پر دوسرے بندوں کے اور عام مخلوقات کے کیا حقوق ہیں، اور اس دنیا میں جب ایک انسان کا دوسرے انسان یا مخلوق سے واسطہ یا معاملہ پڑتا ہے تو اس کے ساتھ اس کا رویہ کیا ہونا چاہئے؟ اور اس باب میں اللہ کے احکام کیا ہیں؟ حقوق العباد کا مسئلہ اس اعتبار سے زیادہ اہم اور قابل فکر ہے، کہ اس میں

تقصیر وکوتاہی ہو جائے، یعنی کسی بندہ کی حق تلفی یا اس پر ظلم وزیادتی ہو جائے تو اس کی معافی اور نجات وسبکدوشی کا معاملہ اللہ تعالیٰ نے جو (رحیم وکریم ہے) اپنے ہاتھ میں نہیں رکھا ہے، بلکہ اس کی صورت یہی ہے کہ یا تو اس دنیا میں اس بندہ کا حق ادا کر دیا جائے، یا اس سے معافی حاصل کر لی جائے، اگر ان دونوں میں سے کوئی بات بھی یہاں نہ ہو سکی تو آخرت میں لازماً اس کا معاوضہ ادا کرنا ہوگا اور وہ بیحد مہنگا پڑے گا، یا اس کے حساب میں آخرت میں سخت عذاب بھگتنا پڑے گا، جیسا کہ قرآن وحدیث میں تفصیل سے مذکور ہے۔

اور حقوق العباد میں سب سے اہم معاملہ والدین کے حقوق کا ہے بلکہ اس کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعلیم وہدایت میں جزو ایمان کا درجہ دیا ہے۔

قرآن مجید جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپؐ پر نازل کیا گیا صحیفۂ ہدایت ہے اس میں ماں باپ کی خدمت اور ان کے ساتھ حسن سلوک کا حکم اللہ تعالیٰ کی توحید اور عبادت کے ساتھ ساتھ اس طرح دیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانوں کے اعمال میں خدا کی عبادت کے بعد ماں باپ کی خدمت اور راحت رسانی کا درجہ ہے۔

سورہ بنی اسرائیل میں ارشاد فرمایا گیا ہے:۔

وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ط

"اور تمہارے رب کا قطعی حکم ہے کہ صرف اسی کی عبادت کرو، اور ماں باپ کے ساتھ اچھا برتاؤ اور ان کی خدمت کرو" (بنی اسرائیل، ع ۳)

اور دوسری جگہ سورۂ لقمان میں ماں باپ کا حق بیان کرتے ہوئے یہاں تک فرمایا گیا کہ اگر بالفرض کسی کے ماں باپ کافر ومشرک ہوں اور اولاد کو بھی کفر وشرک

کے لئے مجبور کریں تو اولاد پر لازم ہے کہ ان کے کہنے سے کفر وشرک نہ اختیار کرے لیکن دنیا میں ان کے ساتھ اچھا سلوک اور ان کی خدمت پھر بھی کرتا رہے۔

وَاِنْ جَاھَدٰکَ عَلٰٓی اَنْ تُشْرِکَ بِیْ مَالَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْھُمَا وَصَاحِبْھُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا (سورۂ لقمان، ع ۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماں باپ کے حقوق اور ان سے متعلق اولاد کے فرائض کے بارے میں جو کچھ فرمایا ہے وہ دراصل قرآن مجید کی ان آیات ہی کی تفسیر وتشریح ہے۔

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "اللہ کی رضامندی والد کی رضامندی میں ہے اور اللہ کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے"

(جامع ترمذی)

اس سے معلوم ہوا کہ جو اپنے مالک ومولا کو راضی کرنا چاہے وہ اپنے والد کو راضی اور خوش رکھے، اللہ کی رضا حاصل کرنے کیلئے والد کی رضا جوئی شرط ہے، اور والد کی ناراضگی کا نتیجہ اللہ کی ناراضگی ہے، لہٰذا جو کوئی اپنے والد کو ناراض کرے گا وہ رضائے الٰہی سے محروم رہے گا۔

اس حدیث میں والد کا لفظ آیا ہے، اور دیگر احادیث میں ماں کا مرتبہ باپ سے زیادہ بتایا گیا ہے، جو آئندہ اوراق میں تفصیل سے پیش کی جارہی ہیں، ماں باپ کی خدمت اور فرماں برداری کی برکات سے حق تعالیٰ اس دنیا میں بھی نوازتا ہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ ماں باپ کی خدمت وفرمانبرداری اور حسن سلوک کی وجہ سے آدمی کی عمر بڑھا دیتا ہے۔ (کنز العمال)

نیز والدین کی نافرمانی وایذاء رسانی کو عظیم ترین گناہ قرار دیا گیا ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کبیرہ (یعنی بڑے) گناہوں کے بارے میں دریافت کیا گیا (کہ وہ کون کون سے گناہ ہیں) تو آپؐ نے فرمایا خدا کے ساتھ شریک ٹھہرانا' ماں باپ کی نافرمانی وایذاء رسانی کرنا' کسی بندہ کو ناحق قتل کرنا اور جھوٹی گواہی دینا (بخاری)

والدین کے جو احسانات ہیں اور انہوں نے اپنی اولاد کی پرورش میں جو مشقتیں برداشت کی ہیں وہ معروف ومعلوم ہیں' اس کے باوجود اگر کوئی شقی شخص ان کے حقوق ادا نہیں کرتا اور ایذاء پہنچاتا ہے' وہ درحقیقت ایمان کی حقیقی دولت سے محروم ہے۔

موجودہ دور جس میں مغربی تہذیب وتمدن نے زندگی کا نظام ہی درہم برہم کر رکھا ہے اور اسلامی قدروں کو پامال کیا جارہا ہے اس میں والدین کی حق تلفی بلکہ ایذاء رسانی کے ایسے دردانگیز واقعات آئے دن پیش آتے رہتے ہیں کہ جن کو سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

مرشدی واستاذی حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدت فیوضہم جن کو اللہ تعالیٰ نے اس دورِ پرفتن میں مردہ دلوں کی مسیحائی اور بھٹکے ہوئے انسانوں کی رشد وہدایت کے لئے منتخب فرما رکھا ہے' آپ کی ذات گرامی لاکھوں دکھ کے مارے ہوئے ستم زدہ انسانوں کیلئے ماویٰ وملجا ہے' حضرت کے سامنے زبانی وخطوط میں بکثرت اس طرح کے واقعات پیش آتے رہتے ہیں جن میں اولاد نے والدین کو ستایا اور انکی حق تلفی کی' بڑھاپے میں جب کہ وہ خدمت کے زیادہ محتاج ہیں اولاد نے اپنا تعلق منقطع کرلیا ان واقعات سے حضرت کے دردمند قلب کو سخت

ترین اذیت پہنچی اس بناء پر حضرت نے اپنے ایک شاگرد وخادم مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب بلندشہری کو اس کتاب کے لکھنے کا ایماء فرمایا' چونکہ مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب متعدد چھوٹی وبڑی کتابوں کے مصنف ہیں اور فقہ وحدیث کی اونچی کتابوں کا ایک عرصہ درس دے چکے ہیں، اس لئے حسن تصنیف کے ساتھ کتابوں پر بھی ان کی گہری نظر ہے' اس لئے انہوں نے سعادت سمجھ کر اس کتاب کو مرتب فرمایا اور حسن اتفاق سے آج کل مولانا کا قیام بھی مدینہ منورہ میں ہے' انہوں نے پوری کتاب حضرت اقدس کو پڑھ کر سنائی' اس لئے حضرت کی توجہات وبرکات بھی اس کتاب میں شامل ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ مرتب کو جزائے خیر نصیب فرمائے اور کتاب کے قارئین کو زیادہ سے زیادہ اس سے متمتع فرما کر اس کو بقاء دوام عطا فرمائے' وَمَاذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ.

تقی الدین الندوی المظاہری

مدینہ منورہ

۵/۵/۳۹۷ھ

مؤلّف کی گذارش

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

اَلۡحَمۡدُلِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَاوَسَنَدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ۔

امابعد: یہ رسالہ احقر نے حضرت مرشدی شیخنا واستاذ نابقیۃ السلف حجۃ الخلف عارف باللہ مولانا الشاہ محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث دامت برکاتہم کے ارشاد پر لکھا ہے، جس میں وہ آیات قرآنیہ اوراحادیث نبویہ (علی صاحبها الصلوٰۃ والتحیۃ) مع ترجمہ وتشریح جمع کی ہیں جن میں والدین اور دیگر رشتہ داروں کے حقوق اوران کے اکرام واحترام اور خدمت وفرمانبرداری کے فضائل اور نافرمانی وایذاءرسانی کی وعیدیں مذکور ہیں۔

پورارسالہ پانچ فصلوں پر مشتمل ہے۔

پہلی فصل: میں آیات قرآنیہ مع ترجمہ وتفسیر درج کی ہیں۔

دوسری فصل: میں وہ احادیث مع ترجمہ وتشریح درج کی ہیں جن میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کے فضائل وفوائد مذکور ہیں۔

تیسری فصل: میں والدین کے ستانے اوران کی نافرمانی کرنے کی وعیدیں لکھی ہیں۔

چوتھی فصل: میں وہ اعمال لکھے ہیں جن کے ذریعہ ماں باپ کی موت کے بعدان کے ساتھ حسن سلوک اور صلہ رحمی کی جاسکتی ہے۔

پانچویں فصل: میں والدین کے علاوہ دوسرے رشتہ داروں کے ساتھ حسن

سلوک اور صلہ رحمی کرنے کے فوائد اور قطع رحمی کے دینوی واخروی مضار اور نقصانات بتائے ہیں۔

آخر کتاب میں **خاتمہ** لکھا ہے، جو اولاد کی تادیب وتعلیم کی اہمیت اور رسالہ تعدیل حقوق الوالدین (از حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ) کی تلخیص اور تسہیل پر مشتمل ہے۔

احقر نے کوشش کی ہے کہ تمام مضامین آسان اور سلیس اردو زبان میں جمع ہو جائیں، کتاب حضرت الشیخ دامت برکاتہم نے بنفس نفیس خود سنی اور خود ہی طباعت کا انتظام واہتمام فرمایا۔

ناظرین سے درخواست ہے کہ اس رسالہ کے مقبول عنداللہ وعندالناس ہونے کیلئے اور حضرت الشیخ دامت برکاتہم کے رفع درجات کیلئے دعاء فرمائیں اور احقر راقم الحروف اور اس کے والدین اور اساتذہ کی مغفرت کیلئے بھی دعاء کریں، حق تعالیٰ شانہٗ حضرت الشیخ دامت برکاتہم کا سایہ ہم گنہگاروں پر تادیر قائم رکھے اور آپ کے فیوض وبرکات سے مستفید ہونے کی توفیق نصیب فرمائے۔

إِنَّهُ مُجِيبُ الدَّعَوَاتِ وَمُفِيضُ الْجُودِ وَالْبَرَكَاتِ وَ بِعِزَّتِهِ وَجَلَالِهِ تَتِمُّ الصَّالِحَاتِ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ

ممتثل امر، محتاج رحمت ناتناھی

محمد عاشق الٰہی بلندشہری

عفا اللہ عنہ وعافاہ وجعل آخرتہ خیرا من اولاہ

۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۷ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصلِ اوّل

آیاتِ قرآنیہ متعلقہ حقوق الوالدین مع ترجمہ وتفسیر

سورۂ بنی اسرائیل میں ارشاد ہے:۔

وَقَضٰى رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا، إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا، وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا، رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا فِي نُفُوسِكُمْ إِنْ تَكُونُوا صَالِحِينَ فَإِنَّهُ كَانَ لِلْأَوَّابِينَ غَفُورًا

(سورۂ بنی اسرائیل، ع ۳)

ترجمہ: اور تیرے رب نے حکم دیا ہے کہ بجز اس کے کسی کی عبادت مت کرو، اور تم ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کیا کرو، اگر تیرے پاس ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں، سو ان کو کبھی ''ہوں'' بھی مت کہنا، اور نہ ان کو جھڑکنا، اور ان سے خوب ادب سے بات کرنا، اور ان کے سامنے شفقت سے انکساری کے ساتھ جھکے رہنا، اور یوں دعاء کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار ان دونوں پر رحمت فرما، جیسا انہوں نے مجھ کو بچپن میں پالا پرورش کیا، (اور صرف اس ظاہری توقیر وتعظیم پر اکتفاء مت کرنا، دل میں بھی ان کا ادب اور قصد طاعت رکھنا، کیونکہ) تمہارا رب تمہارے مافی الضمیر کو

خوب جانتا ہے، اگر تم سعادتمند ہو تو وہ توبہ کرنے والوں کی خطا معاف کردیتا ہے" (از بیان القرآن)

ف: اس آیتِ کریمہ میں حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اوّل تو یہ حکم فرمایا کہ اس کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو، شرائع انبیاء علیہم السلام والصلوٰۃ کا سب سے بڑا یہی حکم ہے، اور اسی حکم کی تعمیل کرانے کے لئے اللہ جل شانہٗ نے تمام نبیوں اور رسولوںؑ کو بھیجا، اور کتابیں نازل فرمائیں، اور صحیفے اتارے، اللہ جل شانہٗ کو عقیدہ سے ایک ماننا، اور صرف اسی کی عبادت کرنا، اور کسی بھی چیز کو اس کی ذات وصفات اور تعظیم و عبادت میں شریک نہ کرنا خداوندِ قدوس کا سب سے بڑا حکم ہے۔

دوم: یہ فرمایا کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کیا کرو، اللہ جل شانہ خالق ہے، اسی نے سب کو وجود بخشا ہے، اس کی عبادت اور شکر گزاری بہر حال فرض اور لازم ہے اور اس نے چونکہ انسانوں کو وجود بخشنے کا ذریعہ ان کے ماں باپ کو بنایا ہے اور ماں باپ اولاد کی پرورش میں بہت کچھ دکھ تکلیف اٹھاتے ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے حکم کے ساتھ ماں باپ کے ساتھ احسان کرنے کا بھی حکم فرمایا جو قرآن مجید میں جگہ جگہ مذکور ہے۔

سورہ بقرہ میں ارشاد ہے:۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِىْٓ اِسْرَآئِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا

(بقرہ، ع ۱۰)

اور (وہ زمانہ یاد کرو) جب ہم نے بنی اسرائیل سے قول واقرار لیا، کہ (کسی کی) عبادت مت کرنا بجز اللہ کے اور ماں باپ کی اچھی طرح خدمت گذاری کرنا۔"

اور سورۂ نساء میں ارشاد ہے:۔

"وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا (سورۂ نساء ع ۶)

اور تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اختیار کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرو، اور والدین کے ساتھ اچھا معاملہ کرو"

اور سورۂ انعام میں ارشاد ہے:

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ج (سورۂ انعام ع ۱۹)

"آپ فرمادیجئے کہ آؤ میں تم کو وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جن کو تمہارے رب نے تم پر حرام فرمایا ہے، وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ احسان کیا کرو"

سورہ بنی اسرائیل کی مذکورہ آیت میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دے کر ان کے ساتھ تعظیم وتکریم سے پیش آنے کیلئے چند نصیحتیں فرمائیں:۔

اول: یہ کہ ماں باپ دونوں یا ان دونوں میں سے کوئی ایک بوڑھا ہو جائے تو ان کو اف بھی نہ کہو، مقصد یہ ہے کہ کوئی بھی ایسا کلمہ ان کی شان میں زبان سے نہ نکالو جس سے ان کی تعظیم میں فرق آتا ہو، یا جس کلمہ سے ان کے دل کو رنج پہنچتا ہو لفظ اف بطور مثال کے فرمایا ہے، بیان القرآن میں اردو کے محاورہ کے مطابق اس کا ترجمہ یوں کیا ہے کہ "ان کو ہوں بھی مت کہو" دوسری زبانوں میں ان کے مطابق ترجمہ ہوگا۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اللہ جل شانہ کے علم میں کلمہ اف سے نیچے بھی کوئی درجہ ماں باپ کے تکلیف دینے کا ہوتا تو اللہ جل شانہ اس کو بھی

ضرور حرام قرار دیدیتے (درمنثور عن الدیلمی)

ماں باپ کی تعظیم وتکریم اور فرمانبرداری ہمیشہ واجب ہے' بوڑھے ہوں یا جوان ہوں' جیسا کہ آیات اور احادیث کے عموم سے معلوم ہوتا ہے' لیکن بڑھاپے کا ذکر خصوصیت سے اس لئے فرمایا کہ اس عمر میں جاکر ماں باپ بھی بعض مرتبہ چڑچڑے ہوجاتے ہیں اور ان کو بیماریاں لاحق ہوجاتی ہیں' اولاد کو ان کا اگالدان صاف کرنا پڑتا ہے' میلے اور ناپاک کپڑے دھونے پڑتے ہیں' جس سے طبیعت بور ہونے لگتی ہے اور تنگدل ہوکر زبان سے الٹے سیدھے الفاظ بھی نکلنے لگتے ہیں' اس موقع پر صبر اور برداشت سے کام لینا اور ماں باپ کا دل خوش رکھنا اور رنج دینے والے ذرا سے لفظ سے بھی پرہیز کرنا بہت بڑی سعادت ہوتی ہے' اگرچہ اس میں بہت سے لوگ فیل ہوجاتے ہیں۔

حضرت مجاہدؒ نے فرمایا کہ تو جوان کے کپڑے وغیرہ سے گندگی اور پیشاب پاخانہ صاف کرتا ہے' تو اس موقع پر اف بھی نہ کہہ' جیسا کہ وہ بھی اف نہ کہتے تھے جب تیرے بچپن میں تیرا پیشاب پاخانہ وغیرہ دھوتے تھے (درمنثور)

اف کہنے کی ممانعت کے بعد یہ بھی فرمایا کہ ان کو مت جھڑکو' جھڑکنا اف کہنے سے بھی زیادہ برا ہے' جب اف کہنا منع ہے تو جھڑکنا کیسے درست ہوسکتا ہے؟ پھر بھی واضح فرمانے کیلئے خاص طور سے جھڑکنے کی صاف اور صریح لفظوں میں ممانعت فرمادی۔

دوم: یہ حکم فرمایا کہ وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا یعنی ماں باپ سے خوب ادب سے بات کرنا' اچھی باتیں کرنا' لب ولہجہ میں نرمی اور الفاظ میں توقیر وتکریم کا خیال رکھنا' یہ سب قولاً کریماً میں داخل ہے'

حضرت زہیر بن محمدؒ نے قولاً کریماً کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا کہ:۔

اِذَا دَعَوَاكَ فَقُلْ لَبَّيْكُمَا وَسَعْدَيْكُمَا ''یعنی جب ماں باپ تجھے بلائیں تو کہنا کہ میں حاضر ہوں اور تعمیل ارشاد کیلئے موجود ہوں''

حضرت قتادہؒ نے قولاً کریماً کی تفسیر میں بیان فرمایا قَوْلًا لَيِّنًا سَهْلًا ''کہ نرم لب ولہجہ میں سہل طریقہ پر بات کرو'' حضرت سعید بن المسیبؒ نے فرمایا کہ خطاکار زرخرید غلام جس کا آقا بہت سخت مزاج ہو' جس طرح اس غلام کی گفتگو اس کے آقا کے ساتھ ہوگی اسی طرح ماں باپ سے بات کی جائے' تو قولاً کریماً پر عمل ہوسکتا ہے' (ان) اکابر کے یہ اقوال تفسیر درمنثور' ص ۱۷۱ ج ۴ پر لکھے ہوئے ہیں)

سوم: یہ ارشاد فرمایا کہ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ 'یعنی ماں باپ کے سامنے شفقت سے انکساری کے ساتھ جھکے رہنا'' اس کی تفسیر میں حضرت عروہؒ نے فرمایا کہ تو انکے سامنے ایسی روش اختیار کر کہ ان کی جو دلی رغبت ہو اس کے پورا ہونے میں تیری وجہ سے فرق نہ آئے' اور حضرت عطاء بن ابی رباحؒ نے اس کی تفسیر میں فرمایا کہ ماں باپ سے بات کرتے وقت نیچے اوپر ہاتھ مت اٹھانا (جیسے برابر والوں کے ساتھ بات کرتے ہوئے اٹھاتے ہیں) اور حضرت زہیر بن محمدؒ نے اس کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ ماں باپ اگر تجھے گالیاں دیں اور برا بھلا کہیں تو تو جواب میں یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے' (درمنثور)

چوتھی: نصیحت یہ فرمائی کہ ماں باپ کیلئے یہ دعاء کرتے رہا کرو' رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِىْ صَغِيْرًا کہ اے میرے رب ان دونوں پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے مجھے چھوٹے سے کو پالا اور پرورش کیا'' بات یہ ہے کہ کبھی اولاد حاجت مند تھی' جو بالکل ناسمجھ اور ناتواں تھی' اس وقت ماں باپ نے ہر طرح کی

تکلیف سہی اور دکھ سکھ میں خدمت کرکے اولاد کی پرورش کی، اب پچاس ساٹھ سال کے بعد صورت حال الٹ گئی، کہ ماں باپ خرچ اور خدمت کے محتاج ہیں، اور اولاد کمانے والی، روپیہ پیسہ اور گھر بار اور کاروبار والی ہے، اولاد کو چاہئے کہ ماں باپ کی خدمت سے نہ گھبرائے اور ان پر خرچ کرنے سے تنگ دل نہ ہو، دل کھول کر جان ومال سے ان کی خدمت کرے اور اپنے چھٹ پنے کا وقت یاد کرے اور اس وقت انہوں نے جو تکلیفیں اٹھائیں ان کو سامنے رکھے اور بارگاہ خداوندی میں یوں عرض کرے کہ اے میرے رب ان پر رحم فرما، جیسا کہ انہوں نے مجھے چھوٹے پن میں پالا اور پرورش کیا۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ ایک شخص اپنی والدہ کو کمر پر اٹھائے ہوئے طواف کرا رہا تھا، اس نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ کیا میں نے اس طرح خدمت کرکے اپنی والدہ کا حق ادا کردیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک سانس کا حق بھی ادا نہیں ہوا

(تفسیر ابن کثیر، ص ۳۵ ج ۳)

عن مسند البزار بسند فیه ضعف واخرجه البخاریؒ فی الادب المفرد موقوفاً علی ابن عمرؓ)

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے **الادب المفرد** میں نقل کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک گھر میں رہتے تھے اور ان کی والدہ علیحدہ دوسرے گھر میں رہتی تھیں، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اپنے گھر سے نکل کر کہیں جانا چاہتے تھے تو والدہ کے دروازہ پر کھڑے ہو کر کہتے تھے اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اُمَّتَاهُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهُ (اے امی! آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں نازل ہوں) وہ جواب میں فرماتی تھیں وَعَلَیْکَ یُبُنَیَّ

میرے بیٹے! تجھ پر بھی سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور برکتیں نازل ہوں) اس کے بعد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض کرتے تھے رَحِمَکِ اللّٰهُ کَمَا رَبَّیْتِنِیْ صَغِیْرًا (اللہ کی آپ پر رحمت ہو جیسا کہ آپ نے مجھے چھوٹے سے کو پالا) وہ اس کے جواب میں فرماتی تھیں رَحِمَکَ اللّٰهُ کَمَا بَرَرْتَنِیْ کَبِیْرًا (اللہ تم پر بھی رحم فرمائے جیسا کہ تم نے بڑے ہو کر میرے ساتھ حسن سلوک کیا)

تنبیہ: اگر ماں باپ کے اکرام واحترام میں کبھی کوئی لغزش اور کوتاہی ہو جائے تو فوراً معافی مانگ کر اور کوتاہی کی تلافی کرکے ان کو راضی کرلے، نیز اللہ جل شانہ سے بھی مغفرت طلب کرے، تفسیر درمنثور میں رَبُّکُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِیْ نُفُوْسِکُمْ الآیة کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت سعید بن جبیرؒ سے نقل کیا ہے کہ اولاد کی جانب سے ماں باپ کے حق میں غفلت سے کوتاہی ہو جائے اور دل سے فرمانبردار ہو تو اللہ جل شانہ توبہ کرنے والوں کو معاف فرمانیوالا ہے۔

فائدہ: کافر ماں باپ کیلئے مغفرت کی دعاء جائز نہیں ہے، ہاں اگر وہ زندہ ہوں تو ان کیلئے ہدایت کی دعاء کرے۔

سورۂ لقمان میں ارشاد ہے:۔

وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰی وَهْنٍ وَّفِصَالُهٗ فِیْ عَامَیْنِ اَنِ اشْکُرْلِیْ وَلِوَالِدَیْکَ اِلَیَّ الْمَصِیْرُ وَاِنْ جَاهَدٰکَ عَلٰی اَنْ تُشْرِکَ بِیْ مَالَیْسَ لَکَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا وَّاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُکُمْ فَاُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ. (سورۂ لقمان ع ۲)

"اور انسان کو ہم نے ماں باپ کے متعلق تاکید کی (کہ ان کی خدمت اور اطاعت کرے، کیونکہ انہوں نے بالخصوص اسکی ماں نے

اس کیلئے بڑی مشقتیں جھیلی ہیں' چنانچہ) اس کی ماں نے ضعف پر ضعف اٹھا کر اس کو پیٹ میں رکھا' اور دو برس میں اس کا دودھ چھوٹتا ہے (ان دونوں میں بھی ماں اس کی ہر طرح کی خدمت کرتی ہے اور باپ بھی اپنی حالت کے موافق مشقت اٹھاتا ہے' اس لئے ہم نے اپنے حقوق کے ساتھ ماں باپ کے حقوق ادا کرنے کا بھی حکم فرمایا) کہ تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکر گزاری کیا کر' میری طرف سب کو لوٹ کر آنا ہے اور اگر وہ دونوں تجھ پر زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک ٹھہرائے جس کی تیرے پاس کوئی دلیل نہیں تو تو ان کا کہنا نہ ماننا' اور دنیا میں ان کے ساتھ خوبی کے ساتھ بسر کرنا' اور اس شخص کی راہ پر چلنا جو میری طرف رجوع ہو' پھر تم سب کو میری طرف آنا ہے' پھر میں تم کو جتلا دوں گا جو کچھ تم کرتے تھے" (از بیان القرآن)

سورۂ عنکبوت میں ارشاد ہے:۔

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا، وَإِنْ جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ.

"اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے اور (اس کے ساتھ یہ بھی جتا دیا ہے کہ) اگر وہ دونوں تجھ پر اس بات کا زور ڈالیں کہ تو ایسی چیز کو میرا شریک ٹھہرائے جس (کے معبود ہونے) کی کوئی دلیل تیرے پاس نہیں' تو ان کا کہنا نہ ماننا تم سب کو میرے پاس لوٹ کر آنا ہے' سو میں تم کو تمہارے سب کام جتلا دوں گا"

ف: سورۂ لقمان کی آیت میں ارشاد فرمایا کہ ہم نے انسانوں کو ماں باپ کے

متعلق تاکید کی اور ساتھ ہی ماں باپ کے دکھ اور تکلیف کا تذکرہ بھی فرمایا جو وہ اولاد کیلئے برداشت کرتے ہیں' سب سے زیادہ محنت اور مشقت ماں پر پڑتی ہے جو زمانۂ حمل میں کمزور ہوتی چلی جاتی ہے اور ضعف پر ضعف برداشت کرتی ہے' پھر پیدائش کا وقت بھی بہت کٹھن ہوتا ہے' اور اس وقت ماں کو بہت زیادہ تکلیف ہوتی ہے' (جس کو سورۂ احقاف میں فرمایا ہے: (حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا) حمل اور وضع حمل کے بعد پرورش کا مسئلہ سامنے آتا ہے، باپ کما کر لاتا ہے، ماں گھر کے اندر پرورش میں لگی رہتی ہے' دودھ پلاتی ہے' گرمی سردی اور دکھ درد میں کلیجہ سے لگائے رہتی ہے' بچہ بیمار ہو جاتا ہے تو ماں باپ کی نیند حرام ہو جاتی ہے' گود میں لئے بیٹھے رہتے ہیں' ڈاکٹروں اور حکیموں کے یہاں چکر لگاتے ہیں' مُنّے جان ماں باپ کی گود میں پیشاب کر رہے ہیں اور وہ بشاشت سے برداشت کرتے ہیں' صاحبزادے کو دست ہو گئے ہیں بستر پر پاخانہ کر رہے ہیں ماں باپ کے کپڑے ناپاکی سے بھرے ہوئے ہیں' بیچارے دھوتے ہیں' سب کچھ برداشت کرتے ہیں' اس محنت اور مشقت کا صلہ ظاہر ہے شکر گزاری ہونا چاہئے'

سب سے بڑا شکر اللہ جل شانہ کا جس نے وجود بخشا' اس کے بعد شکر ماں باپ کا جنہوں نے پرورش کیلئے مصیبتیں جھیلیں اور تکلیفیں اٹھائیں' اسی کو فرمایا اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ (کہ تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکر گزاری کر)

جس طرح اللہ جل شانہ کا شکر صرف زبان سے شکر کے کلمات نکالنے سے ادا نہیں ہو جاتا' بلکہ پوری زندگی میں ظاہر و باطن سے احکام کی تعمیل کا نام شکر ہے اسی طرح ماں باپ کی شکر گزاری ان کے حق میں اچھے بول بول دینے سے اور ان کی تعریف کر دینے سے اور ان کی تکلیفوں کا اقرار کر لینے سے ادا نہیں ہوتی' بلکہ ماں

باپ کی فرمانبرداری اور جان ومال سے ان کی خدمت گزاری اور ان کی نافرمانی سے بچنے سے ان کی شکر گذاری ہوتی ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے دریافت کیا کہ ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کس طرح کیا جائے؟ انہوں نے فرمایا کہ تو ان پر اپنا مال خرچ کر اور تجھے جو حکم دیں اسکی تعمیل کر، ہاں اگر گناہ کا حکم دیں تو اس کو مت مان' (درمنثور)

ماں باپ کی شکر گذاری کا حکم دے کر ارشاد فرمایا کہ ماں باپ کیسے ہی محسن سہی اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر نہیں ہیں، اگر ماں باپ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک بنانے کا حکم دیں اور نہ صرف معمولی حکم دیں بلکہ اس پر زور ڈالیں تب بھی اس بارے میں ان کی اطاعت اور فرمانبرداری مت کرنا' سورۂ لقمان میں اس امر کو واضح فرمایا پھر سورۂ عنکبوت میں بھی اس کو دہرایا۔

اگر ماں باپ کفر وشرک کیلئے نہ کہیں بلکہ اللہ جل شانہٗ کی کسی اور نافرمانی کا حکم دیں، مثلاً فرض نماز، روزہ سے یا فرض حج کے ادا کرنے سے روکیں، یا شادی میں باجے گانے لانے کا حکم دیں، یا حرام کمانے کیلئے کہیں تو ان کا حکم ماننے کی کوئی گنجائش نہیں ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:۔

لَاطَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَةِ الْخَالِقِ[1] (یعنی کسی مخلوق کی کوئی فرمانبرداری پیدا کرنے والے کی نافرمانی میں نہیں ہے) ماں باپ ہوں یا پیرومرشد، استاد ہو یا کسی بھی درجہ کا کوئی حاکم ہو ان کی فرمانبرداری صرف اسی صورت میں ہے جس صورت میں خالق کائنات جل مجدہ کی نافرمانی نہ ہوتی ہو' کسی بھی مخلوق کا وہ حکم ماننا جس کے ماننے میں اللہ جل شانہ کی نافرمانی ہوتی ہو کسی حال میں درست نہیں ہے'

سورۂ لقمان میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ وَصَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفاًج

[1] أخرج البغوی فی شرح السنة کما فی المشکوٰة ص : ۳۲۱، ۱۲ منه عفا الله عنه

یعنی دنیا میں ماں باپ کے ساتھ خوبی کے ساتھ بسر کرنا' مطلب یہ ہے کہ ماں باپ صحیح راستہ پر نہ ہوں' کافر ہوں یا فاسق ہوں اور تجھ کو بھی اپنے راستہ پر ڈالنا چاہتے ہوں تو ان کی فرمانبرداری اور موافقت تو نہ کرنا لیکن ان سے قطع تعلق بھی نہ کرنا' بلکہ ان کے ساتھ حسن سلوک کرتے رہنا ان کی خدمت کرتے رہنا' اور خدمت میں فرق نہ آنے دینا' آخرت میں ہر ایک اپنے عمل اور عقیدہ کا پھل پالے گا۔

دنیا میں اچھا برتاؤ کرنا اس بات پر موقوف نہیں ہے کہ ماں باپ مسلمان ہوں اور متقی پرہیز گار ہوں' حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کا بیان ہے کہ جس زمانہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قریش مکہ سے صلح کر رکھی تھی' (یعنی صلح حدیبیہ) اس زمانہ میں میری والدہ میرے پاس (مدینہ منورہ میں) آئیں اس وقت وہ مشرکؒ تھیں' میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میری والدہ آئی ہوئی ہیں اور ان کی خواہش ہے کہ میں مال سے ان کی خدمت کروں (اس کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟) آپؐ نے فرمایا کہ ہاں تم ان کے ساتھ صلۂ رحمی کرو۔ (بخاری ومسلم)

اس سے معلوم ہوا کہ صلۂ رحمی اور خدمت گزاری میں کوتاہی نہ کرے اگرچہ ماں باپ مشرک ہوں' البتہ ان کی غلط راہ اور باطل مذہب ان کے کہنے سے یا کہے بغیر اختیار نہ کرے' حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ آیت کریمہ وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا میرے بارے میں نازل ہوئی جس کا واقعہ یہ ہے کہ میں اپنی والدہ کے ساتھ حسن سلوک کرتا تھا جب میں مسلمان ہوگیا تو وہ کہنے لگیں کہ اے سعدؓ! یہ کیا نیا دین تو نے اختیار کر رکھا ہے' تو اس نئے دین یعنی اسلام کو چھوڑ دے ورنہ میں نہ

کھاؤں گی نہ پیوں گی، حتی کہ یونہی مرجاؤں گی، اور لوگ تجھے عار دلایا کریں گے اور کہا کریں گے کہ او اپنی ماں کو قتل کرنے والے، میں نے کہا اے امی جان! آپ ایسا نہ کریں کیونکہ میں اپنے دین (اسلام) کو کسی بھی وجہ سے نہیں چھوڑ سکتا ہوں، اس کے بعد میری والدہ نے ایک دن ایک رات نہیں کھایا، جس کی وجہ سے اور زیادہ تکلیف ہوگئی، اس کے بعد پھر ایک دن ایک رات کچھ نہ کھایا، اور بہت ہی زیادہ تکلیف محسوس کرنے لگیں، جب میں نے یہ ماجرا دیکھا تو عرض کیا کہ اے امی جان! آپ کو معلوم ہے، اللہ کی قسم! اگر آپ کی سو جانیں بھی ہوں اور ہر ایک جان ایک ایک کر کے نکل جائے تب بھی اپنے دین (اسلام) کو چھوڑنے والا نہیں ہوں، آپ کا جی چاہے کھائیں، جی چاہے نہ کھائیں، میرے اس کہنے پر انہوں نے کھانا شروع کردیا" (تفسیر ابن کثیر، ص ۴۴۵ ج ۳ سورۂ لقمان، واخرجہ مسلم فی فضائل الصحابۃ عن سعد مختصراً قال نزلت فی اربع آیات، الحدیث)

سورۂ احقاف میں ارشاد ہے:۔

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسَانًا، حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ
كُرْهًا، وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا، حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ
سَنَةً قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِىْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِىْۤ اَنْعَمْتَ عَلَىَّ وَعَلٰى
وَالِدَىَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِىْ فِىْ ذُرِّيَّتِىْ اِنِّىْ تُبْتُ
اِلَيْكَ وَاِنِّىْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ، اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ
مَا عَمِلُوْا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّاٰتِهِمْ فِىْۤ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ، وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِىْ
كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ. (سورہ احقاف، ع)

"اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم

دیا (اور بالخصوص ماں کے ساتھ اور زیادہ کیونکہ) اس کی ماں نے اس کو بڑی مشقت سے پیٹ میں رکھا، اور پھر بڑی مشقت کے ساتھ اس کو جنا، اور اس کا پیٹ میں رکھنا اور دودھ چھڑانا تیس مہینے میں (ہوتا) ہے، (اس کے بعد نشوونما پاتا ہے) یہاں تک کہ جب اپنی جوانی کو پہنچ جاتا ہے اور (پھر بلوغ کے بعد ایک زمانہ میں) چالیس سال کو پہنچ جاتا ہے تو (جو سعادتمند ہو وہ کہتا ہے کہ میرے پروردگار مجھ کو اس پر مداومت دیجئے یعنی ہمیشہ اس حال پر رکھئے) کہ آپ کی نعمتوں کا شکریہ کیا کروں جو آپ نے مجھ کو اور میرے ماں باپ کو عطا فرمائی ہیں، اور (یہ بھی کہتا ہے کہ مجھ کو اس پر بھی مداومت نصیب کیجئے کہ) میں نیک کام کیا کروں جس سے آپ راضی ہوں اور میری اولاد میں بھی میرے (نفع کے) لئے صلاحیت پیدا فرمادیجئے (نفع دنیاوی یہ کہ ان کو دیکھ کر راحت ہو، اور نفع دینی یہ کہ اولاد ذریعہ اجر وثواب بنے) میں آپ کی جناب میں توبہ کرتا ہوں، اور میں (آپ کا) فرمانبردار ہوں، یہ وہ لوگ ہیں کہ ہم ان کے کاموں کو قبول کرلیں گے اور ان کے گناہوں سے درگذر کردیں گے، اس طور پر کہ یہ اہل جنت سے ہوں گے (یہ سب) اس وعدہ صادقہ کی وجہ سے ہوا جس کا ان سے (دنیا میں) وعدہ کیا جاتا تھا، (ماخوذ از بیان القرآن)

سعادتمند آدمی اللہ جل شانہ کے حقوق بھی ادا کرتا ہے اور والدین کے حقوق بھی، اور اللہ جل شانہ نے جو نعمتیں اس کو دی ہیں ان کے شکر کے ساتھ ان نعمتوں کا بھی شکر ادا کرتا ہے جو اللہ کی طرف سے ان کے والدین کو دی گئیں، کیونکہ والدین کے واسطہ سے بھی اس پر نعمتیں ہوتی ہیں اور بہت سی نعمتیں والدین سے منتقل ہو کر اولاد کو مل جاتی ہیں۔

فصل دوم

ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنے کے فضائل اور فوائد کے بیان میں

ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنیکا کیا مرتبہ ہے؟

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ سَاَلْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْاَعْمَالِ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ؟ قَالَ النَّبِیُّ: اَلصَّلٰوۃُ لِوَقْتِھَا، قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ قَالَ بِرُّ الْوَالِدَیْنِ قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ، قَالَ الْجِھَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ قَالَ حَدَّثَنِیْ بِھِنَّ وَلَوِ اسْتَزَدْتُّہٗ لَزَادَنِیْ (رواہ البخاریؒ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ سب کاموں میں اللہ جل شانہ کو کونسا کام زیادہ پیارا ہے؟ آپؐ نے فرمایا بروقت نماز پڑھنا' (جو اس کا وقت مستحب ہے) میں نے عرض کیا اس کے بعد کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو سب اعمال سے زیادہ محبوب ہے؟ آپؐ نے فرمایا ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کا برتاؤ کرنا' میں نے عرض کیا اس کے بعد کونسا عمل اللہ تعالیٰ کو سب اعمال سے زیادہ پیارا ہے؟ آپؐ نے فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا' (سوال وجواب نقل کر کے) حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ (میرے سوالات کے جوابات میں) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ باتیں بیان فرمائیں اور اگر میں اور زیادہ دریافت کرتا تو آپؐ برابر جواب دیتے رہتے"

(مشکوٰۃ المصابیح' ص ۵۸' از بخاری ومسلم)

ف: اس حدیث پاک میں یہ ارشاد فرمایا کہ اللہ جل شانہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب عمل بروقت نماز پڑھنا ہے' اور اس کے بعد سب سے زیادہ محبوب عمل یہ ہے کہ انسان اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرے' پھر تیسرے نمبر پر جہاد فی سبیل اللہ کو فرمایا' معلوم ہوا کہ ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنا جہاد فی سبیل اللہ سے بھی بڑھ کر ہے'

احادیث شریفہ میں ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک اور اچھا برتاؤ کرنے کو بِر سے اور برے برتاؤ کو عقوق سے تعبیر فرمایا ہے' اور دونوں لفظ والدین کے علاوہ دوسرے رشتہ داروں سے تعلق رکھنے کے بارے میں بھی وارد ہوئے ہیں' بِر حسن سلوک کو اور عقوق بدسلوکی اور ایذاء رسانی کے لئے بولا جاتا ہے'

ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ مرقات شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں کہ بِر احسان (یعنی اچھی طرح سے پیش آنے) کو کہتے ہیں' جو والدین اور دیگر رشتہ داروں کے ساتھ برتاؤ کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے' اور اس کی ضد عقوق ہے' والدین اور دیگر رشتہ داروں کے ساتھ بری طرح پیش آنے اور ان کے حقوق ضائع کرنے کو عقوق کہا جاتا ہے۔

بِر اور عقوق کے علاوہ دو لفظ اور ہیں' اول صلة الرحم اور دوسرا قطیعة الرحم' ملا علی قاریؒ ان کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں' کہ صلہ رحمی کا مطلب یہ ہے کہ نسب اور سسرالی رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے' ان کے ساتھ مہربانی کا برتاؤ ہو' اور ان کے احوال کی رعایت ہو' اور قطع رحمی اس کی ضد ہے' جو شخص صلہ رحمی کرتا ہے وہ اس تعلق کو جوڑتا ہے' جو اس کے اور رشتہ داروں کے درمیان ہے (اس لئے اس کے واسطے لفظ صلہ استعمال کیا گیا' جو وصل سے لیا گیا ہے) اور

جو شخص بدسلوکی کرتا ہے وہ اس تعلق کو کاٹ دیتا ہے جو اس کے اور رشتہ داروں کے درمیان ہے، اس لئے اس کو قطع رحمی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

حسن سلوک میں ماں کا زیادہ خیال رکھا جائے

(۲) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَجُلٌ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَقُّ بِحُسْنِ صَحَابَتِیْ قَالَ اُمُّکَ، قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ اُمُّکَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ اُمُّکَ قَالَ ثُمَّ مَنْ، قَالَ اَبُوْکَ وَفِیْ رِوَایَةٍ قَالَ اُمُّکَ ثُمَّ اُمُّکَ ثُمَّ اُمُّکَ ثُمَّ اَبَاکَ ثُمَّ اَدْنَاکَ ثُمَّ اَدْنَاکَ (رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ (رشتہ داروں میں) میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ اس کے جواب میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری والدہ، حسن سلوک کی سب سے زیادہ مستحق ہیں، سائل نے پوچھا پھر کون؟ آپؐ نے فرمایا تمہاری والدہ، اس نے دریافت کیا پھر کون؟ آپؐ نے فرمایا تمہاری والدہ سوال کرنے والے نے عرض کیا، پھر کون؟ فرمایا تمہارا باپ، اور ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے والدہ کے بارے میں تین بار فرمایا کہ تیرے حسن سلوک کی سب سے زیادہ مستحق ہے، پھر باپ کا ذکر فرمایا کہ وہ ماں کے بعد حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق ہے پھر فرمایا کہ باپ کے بعد رشتہ داروں میں سب سے زیادہ جو قریب تر ہو اس کے ساتھ حسن سلوک کرو، اور اس قریب تر رشتہ والے کے بعد جو رشتہ میں سب سے زیادہ قریب تر ہو، اس کے ساتھ حسن سلوک کرو۔

(مشکوٰۃ المصابیح، ص ۴۱۸، از بخاری ومسلم)

ف: اس حدیث پاک میں حسن سلوک کی سب سے زیادہ مستحق ماں کو بتایا ہے، کیونکہ وہ حمل اور وضع حمل اور پرورش کرنے اور بچہ کی خدمت میں لگی رہتی ہے سب سے زیادہ مشقت برداشت کرتی ہے اور ضعیف ہونے کی وجہ سے بھی حسن سلوک کی زیادہ مستحق ہے، کیونکہ اپنی حاجتوں کے لئے وہ کسب معاش نہیں کرسکتی، باپ تو باہر نکل کر کچھ نہ کچھ کر بھی سکتا ہے لہٰذا حسن سلوک میں ماں کا حق باپ سے مقدم رکھا گیا، ماں کے بعد باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا درجہ بتایا اور باپ کے بعد باقی رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا اور اس میں رشتہ داری کی حیثیت کو معیار بنایا، کہ جس سے رشتہ داری جس قدر قریب تر ہو اس کے ساتھ حسن سلوک کا اسی قدر اہتمام کیا جائے،

فضائل صدقات میں ہے کہ اس حدیث شریف سے بعض علماء نے استنباط کیا ہے کہ حسن سلوک اور احسان میں ماں کا حق تین حصہ ہے اور باپ کا ایک حصہ، اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین مرتبہ ماں کو بتا کر چوتھی مرتبہ باپ کو بتایا، اس کی وجہ علماء یہ بتاتے ہیں کہ اولاد کیلئے ماں تین مشقتیں برداشت کرتی ہے، حمل کی، جننے کی، دودھ پلانے کی، اسی وجہ سے فقہاء نے تصریح کی ہے کہ احسان اور سلوک میں ماں کا حق باپ پر مقدم ہے، اگر کوئی شخص ایسا ہو کہ وہ اپنی ناداری کی وجہ سے دونوں کے ساتھ سلوک نہیں کرسکتا تو ماں کے ساتھ سلوک کرنا مقدم ہے، البتہ اعزاز اور ادب وتعظیم میں باپ کا حق ماں پر مقدم ہے،

(مظاہر حق)

ماں باپ ذریعۂ جنّت اور ذریعۂ دوزخ ہیں

(۳) عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَجُلاً قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَاحَقُّ الْوَالِدَیْنِ عَلٰی وَلَدِھِمَا؟ قَالَ ھُمَا جَنَّتُکَ وَنَارُکَ،

(رواہ ابن ماجۃ)

ترجمہ:۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ! والدین کا ان کی اولاد پر کیا حق ہے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ دونوں تیری جنت یا تری جہنم ہیں“

(مشکوٰۃ المصابیح، ص ۴۲۱، از ابن ماجہ)

ف: مطلب یہ ہے کہ ماں باپ کی خدمت اور ان کے ساتھ حسن سلوک کا برتاؤ کرتے رہو، زندگی بھر ان کے آرام وراحت کا دھیان رکھو، جان ومال سے ان کی فرمانبرداری میں لگے رہو، تمہارا یہ عمل جنت میں جانے کا سبب بنے گا اور اگر تم نے ان کی نافرمانی کی، ان کو ستایا دکھ دیا تو تمہارے لئے وہ دوزخ کے داخلہ کا سبب بنیں گے،

اللہ کی رضامندی ماں باپ کی رضامندی میں ہے

(۴) عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رِضَی اللّٰہُ فِیْ رِضَی الْوَالِدَیْنِ وَسَخَطُ اللّٰہِ فِیْ سَخَطِ الْوَالِدَیْنِ، اخرجہ الحاکم وصححہ والبیھقی کذافی الدر المنثور.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کی رضامندی ماں باپ کی رضامندی میں ہے، اور اللہ کی ناراضگی ماں باپ کی ناراضگی میں ہے“

(درمنثور ص ۱۷۲ ج ۴ از حاکم وبیہقی)

ف: یعنی ماں باپ کو راضی رکھا تو اللہ پاک بھی راضی ہے اور ماں باپ کو ناراض کیا تو اللہ بھی ناراض ہوگا، کیونکہ اللہ جل شانہ نے ماں باپ کو راضی رکھنے کا حکم فرمایا ہے، جب ماں باپ کو ناراض رکھا تو اللہ کے حکم کی نافرمانی ہوئی، جو اللہ جل شانہ کی ناراضگی کا باعث ہوئی۔

واضح رہے کہ یہ اسی صورت میں ہے جبکہ ماں باپ کسی ایسے امر کے نہ کرنے سے ناراض ہوں جو خلاف شرع نہ ہو، اگر خلاف شرع کسی کام کا حکم دیں تو ان کی فرمانبرداری جائز نہیں ہے، اگر اس پر وہ ناراض ہوجائیں تو ناراض ہونے کی پرواہ نہ کرے، کیونکہ ان کی اس ناراضگی سے اللہ جل شانہ، ناراض نہ ہوں گے بلکہ راضی ہوں گے، خوب سمجھ لیں۔

والد جنت کے دروازوں میں سب سے بہتر دروازہ ہے

(۵) وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ الْوَالِدُ اَوْسَطُ اَبْوَابِ الْجَنَّۃِ فَاحْفَظْ ذٰلِکَ الْبَابَ اَوْ ضَیِّعْہُ اخرہ ابن ابی شیبۃ والحاکم وصححہ البیھقی کذا فی الدر المنثور.

ترجمہ: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ والد جنت کے

دروازوں میں سے درمیانہ (یعنی سب سے اچھا) دروازہ ہے اب تو (اس کی فرمانبرداری کرکے) اس دروازے کی حفاظت کرے یا (نافرمانی کرکے) اس کو ضائع کردے" (درمنثور، ص۱۷۳، ج۴، از حاکم، بیہقی)

ماں باپ کو نظرِ رحمت سے دیکھنا مقبول حج کے برابر ہے

(۶) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَامِنْ وَلَدٍ بَارٍّ يَّنْظُرُ اِلٰى وَالِدَيْهِ نَظْرَةَ رَحْمَةٍ اِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ بِكُلِّ نَظْرَةٍ حَجَّةً مَّبْرُوْرَةً قَالُوْا وَاِنْ نَظَرَ كُلَّ يَوْمٍ مِّاَةَ مَرَّةٍ قَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ وَاَطْيَبُ، اخرجه البيهقى فى شعب الايمان كذا فى مشكوٰة المصابيح.

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کا برتاؤ کرنے والی اولاد جب بھی رحمت کی نظر سے ماں باپ کو دیکھے تو ہر نظر کے عوض اللہ جل شانہ اس کیلئے مقبول حج کا ثواب لکھ دیتے ہیں، حضرات صحابہؓ نے عرض کیا، اگرچہ روزانہ سو مرتبہ نظر کرے، (تب بھی یہی بات ہے؟) آپؐ نے فرمایا ہاں! اللہ بہت بڑا ہے (جو کسی کو دینا چاہے دے سکتا ہے، اسے کوئی روکنے والا نہیں) اور وہ بہت زیادہ پاک ہے (اس کی طرف نقصان اور کمی کی نسبت کسی طرح درست نہیں) (مشکوٰۃ المصابیح، ص۴۲۱، از بیہقی)

ف: تفسیر درمنثور میں بروایت ابن عباسؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی نقل کیا ہے کہ جب اولاد اپنے باپ کی طرف نظر ڈالے جس سے وہ خوش ہو تو اس کو ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا، عرض کیا گیا کہ یارسول اللہؐ اگرچہ

تین سو ساٹھ (۳۶۰) مرتبہ دیکھے؟ فرمایا اللہ (اس سے) بہت بڑا ہے (کہ اس کی طرف کسی طرح کے نقصان یا عیب کی نسبت کی جائے، یعنی وہ ہر چیز پر قادر ہے، ہر نظر پر اس کو اتنا بڑا ثواب عنایت فرما دینا کچھ بھی مشکل نہیں ہے۔) (بیہقی)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ والد کی طرف دیکھنا عبادت ہے، کعبہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے، قرآن کی طرف دیکھنا عبادت ہے، جس بھائی سے اللہ کیلئے محبت ہو اس پر نظر ڈالنا عبادت ہے۔

(درمنثور، ص۱۷۳، ج۴، از بیہقی)

ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ گے تو تمہاری اولاد تمہارے ساتھ حسن سلوک کرے گی

(۷) وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ عِفُّوْا عَنْ نِسَاۤءِ النَّاسِ تَعِفُّ نِسَآءُكُمْ وَبَرُّوْا اٰبَاءَكُمْ تَبَرُّكُمْ اَبْنَاءُكُمْ وَمَنْ اَتَاهُ اَخُوْهُ مُتَنَصِّلًا فَلْيَقْبَلْ ذٰلِكَ مِنْهُ مُحِقًّا كَانَ اَوْ مُبْطِلًا فَاِنْ لَمْ يَفْعَلْ لَمْ يَرِدْ عَلَىَّ الْحَوْضَ۔ (اخرجه الحاكم وصححه)

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم دوسروں کی عورتوں سے پرہیز کرکے پاک دامن رہو ایسا کرنے سے تمہاری عورتیں پاک دامن رہیں گی، اور اپنے باپوں کے ساتھ حسن سلوک کرو ایسا کرنے سے تمہارے بیٹے تمہارے ساتھ حسن سلوک کا برتاؤ کریں گے اور جس شخص کے پاس اس کا (مسلمان) بھائی

معذرت خواہی کیلئے آئے تو اس کی معذرت قبول کرے خواہ وہ حق پر ہو خواہ ناحق پر' اگر ایسا نہ کیا (یعنی معذرت قبول نہ کی) تو میرے حوض (کوثر) پر نہ آئے گا''۔ (مستدرک حاکم' ص ۱۵۴ ج ۴)

ف: اس حدیث پاک میں تین اہم باتیں ارشاد فرمائیں:

اول یہ کہ اگر تم پاک دامن رہو گے اور دوسروں کی عورتوں کی طرف نفس اور نظر کو متوجہ نہ کرو گے' تو چونکہ تم نے دوسروں کی عورتوں سے اپنی حفاظت کی اس لئے اللہ جل شانہ کی جانب سے اس کا یہ انعام ملے گا کہ تمہاری عورتیں پاک دامن رہیں گی' ان کی طرف نفسانی ہوس رکھنے والے متوجہ نہ ہوں گے' اور نہ وہ شوہروں کے علاوہ کسی پر نظر ڈالیں گی۔

دوسری بات یہ بتائی کہ اگر تم اپنے باپ کے ساتھ حسن سلوک کرو گے تو تمہاری اولاد تمہارے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے گی' ظاہری سبب کے اعتبار سے تو یہ بات بالکل واضح ہے' کیونکہ جب تم کو اولاد دیکھے گی کہ ماں باپ کے ساتھ اکرام واحترام کے ساتھ پیش آتے ہو اور جان ومال کے ساتھ خدمت کرتے ہو تو تمہارے عمل سے بچے بھی سبق سیکھیں گے' اور سمجھیں گے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک ہمارے معاشرے کا جزو ہے' ہم کو بھی اپنے ماں باپ کے ساتھ یہی کرنا چاہئے جیسے ہمارے ماں باپ نے اپنے والدین کے ساتھ کیا ہے۔

اور باطنی طور پر اس کو اس طرح سمجھ لو کہ یہ ''جیسا کرو گے ویسا بھرو گے'' کے مطابق ہے' جب تم نے اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا' تو اس صلہ میں اللہ جل شانہ' تمہاری اولاد کو تمہاری خدمت کی طرف متوجہ فرمائے گا اور اولاد کے قلوب میں تمہاری عزت ووقعت ڈال دے گا۔

نیز اس کے ساتھ اس کا برعکس بھی سمجھ لینا چاہئے' کہ اگر تم نے ماں باپ کے ساتھ برا سلوک کیا تو تمہاری اولاد تم سے یہی سیکھے گی' اور جب اس کا نمبر آئے گا تو تمہارے ساتھ وہی سلوک کرے گی جو تم نے اپنے ماں باپ کے ساتھ کیا تھا۔

ایک قصہ سنا تھا کہ ایک شخص نے اپنے بوڑھے باپ کو چادر میں گٹھڑی کی طرح باندھا' پھر اس کو کنویں میں ڈالنے کے لئے چل دیا' جب ایک کنویں کی من پر جا کر رکھا اور قریب تھا کہ کنویں میں ڈال دے' تو باپ نے کہا کہ بیٹا اس کنویں میں نہ ڈال کسی دوسرے کنویں میں ڈال دے کیونکہ اس میں' میں نے اپنے باپ کو ڈالا تھا' یہ سن کر بیٹے کو ہوش آیا اور گٹھڑی کھول کر الگ کھڑا ہو گیا اور باپ کو احترام کے ساتھ گھر لے آیا۔

تیسری بات یہ بتائی کہ جب کسی مسلمان سے کوئی ناراضگی کی بات ہو جائے اور اس کے بعد وہ معافی مانگنے لگے اور عذر خواہی کرے' تو اس کی معذرت قبول کر کے دل صاف کر لو' یہ نہ دیکھو کہ غلطی کس کی تھی؟ وہ غلطی پر تھا یا تم غلطی پر تھے' اس کو جانے دو' جب معافی مانگنے لگے تو معاف کر دو' بلکہ اگر تمہاری غلطی تھی تو تم بھی معافی مانگ لو اور اس کی کوئی حق تلفی کر چکے ہو تو اس کی تلافی کر دو۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جس نے اپنے بھائی کے سامنے عذر خواہی کی پھر اس نے عذر قبول نہ کیا تو اس کو ایسا (بڑا) گناہ ہو گا جیسا کہ ظلماً ٹیکس وصول کرنے والے کو ہوتا ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۴۴۶' عن البیہقی فی الشعب)

باپ کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے

(۸) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثُ دَعَوَاتٍ مُسْتَجَابَاتٌ لَاشَکَّ فِیْهِنَّ

دَعْوَۃُ الْوَالِدِ وَدَعْوَۃُ الْمُسَافِرِ وَ دَعْوَۃُ الْمَظْلُوْمِ، رواه الترمذی وابوداود وابن ماجة.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین دعائیں مقبول ہیں، ان (کی قبولیت) میں کوئی شک نہیں، (۱) والد کی دعاء اولاد کے لئے، (۲) مسافر کی دعاء (۳) مظلوم کی دعاء

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۹۵، از ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)

ف: اس حدیث سے والد کی دعاء کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے ملا علی قاریؒ مرقات شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں، کہ گو اس میں والدہ کا ذکر نہیں ہے، لیکن ظاہر ہے کہ جب والد کی دعاء ضرور قبول ہوگی تو والدہ کی دعاء بھی بطریق اولیٰ ضرور قبول ہوگی، اولاد کو چاہئے کہ ماں باپ کی خدمت کرتی رہے اور دعاء لیتی رہے اور کوئی ایسی حرکت نہ کرے جس سے ان کا دل دکھے، اور ان میں سے کوئی دل سے یا زبان سے بددعاء کر بیٹھے، کیونکہ جس طرح ان کی دعاء قبول ہوتی ہے اسی طرح ان کے دکھے دل کی بددعاء بھی لگ جاتی ہے، اگرچہ عموماً شفقت کی وجہ سے وہ بددعاء سے بچتے ہیں، ان کی دعاء سے دنیا و آخرت سدھر سکتی ہے، اور بددعاء سے دونوں جہان کی بربادی بھی ہوسکتی ہے۔

ماں باپ کے اکرام واحترام کی چند مثالیں

(۹) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ اَتٰى رَجُلٌ رَسُوْلَ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهٗ شَيْخٌ فَقَالَ مَنْ هٰذَا مَعَكَ قَالَ اَبِيْ قَالَ لَاتَمْشِيَنَّ اَمَامَهٗ وَلَاتَقْعُدْ قَبْلَهٗ وَلَاتَدْعُهٗ بِاِسْمِهٖ وَلَا تَسْتَبَّ لَهٗ (كذا في الدر المنثور عن ابن مردويه)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس کے ساتھ ایک بڑے میاں تھے، آپؐ نے دریافت فرمایا کہ تیرے ساتھ یہ کون ہیں؟ عرض کیا کہ یہ میرے والد ہیں، فرمایا کہ باپ کے اکرام واحترام کا خیال رکھ، ہرگز اس کے آگے مت چلنا اور اس سے پہلے مت بیٹھنا، اور اس کا نام لے کر مت بلانا، اور اس کی وجہ سے (کسی کو) گالی مت دینا۔

(تفسیر درمنثور، ص ۱۷۱، ج ۴ از ابن مردویہ)

ف: ماں باپ کا احترام واکرام دل سے بھی کرے اور زبان سے بھی، عمل سے بھی اور برتاؤ سے بھی، اس حدیث پاک میں اکرام واحترام کی چند جزئیات ارشاد فرمائی ہیں:

اول تو یہ فرمایا کہ باپ کے آگے مت چلنا، **دوسرے** یہ فرمایا کہ جب کسی جگہ بیٹھنا ہو تو باپ سے پہلے مت بیٹھنا، **تیسرے** یہ فرمایا کہ باپ کا نام لے کر مت پکارنا، **چوتھے** یہ کہ باپ کی وجہ سے کسی کو گالی مت دینا، مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص تمہارے باپ کو کوئی ناگوار بات کہدے تو اس کو یا اس کے باپ کو گالی مت دینا، کیونکہ اس کے جواب میں وہ پھر تمہارے باپ کو گالی دے گا، اور اس طرح سے تم اپنے باپ کو گالی دلانے کا سبب بن جاؤ گے۔

اس کی مزید تشریح انشاء اللہ تعالیٰ حدیث ۲۱ کے ذیل میں آئے گی، واضح رہے

کہ یہ نصیحتیں باپ ہی کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں والدہ کے حق میں بھی ان کا خیال رکھنا لازم ہے۔

اور یہ جو فرمایا کہ باپ کے آگے مت چلنا' اس سے وہ صورت مستثنیٰ ہے جس میں باپ کی خدمت کی وجہ سے آگے چلنا پڑے' مثلاً راستہ دکھانا ہو یا اور کوئی ضرورت درپیش ہو۔

ماں باپ کے ساتھ حُسن سلوک سے رزق اور عمر دونوں بڑھتے ہیں

(۱۰) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ اَنْ یَّمُدَّ اللّٰہُ فِیْ عُمُرِہٖ وَیَزِیْدَ فِیْ رِزْقِہٖ فَلْیَبَرَّ وَالِدَیْہِ وَلْیَصِلْ رَحِمَہٗ (رواہ البیھقی کذافی الدر المنثور)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کو یہ پسند ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کی عمر دراز کرے اور اس کا رزق بڑھائے اس کو چاہئے کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرے اور (رشتہ داروں) کے ساتھ صلہ رحمی کرے۔

(درمنثور' ص ۱۷۳ ج ۴ از بیہقی)

ف: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنے سے اور ان کی خدمت میں لگے رہنے سے عمر دراز ہوتی ہے' اور رزق بڑھتا ہے' بلکہ ماں باپ کے علاوہ دوسرے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنے سے بھی دراز عمر اور وسیع رزق نصیب ہوتا ہے' جس کی مزید تشریح انشاء اللہ حدیث نمبر ۳۳ کے ذیل میں

آئے گی' نئی نسل کے بہت سے نوخیز نوجوان' دوست احباب بیوی بچوں پر تو بڑھ چڑھ کر خرچ کرتے ہیں اور ماں باپ کیلئے پھوٹی کوڑی خرچ کرنے سے بھی ان کا دل دکھتا ہے' یہ لوگ آخرت کے ثواب سے تو محروم ہوتے ہی ہیں بلکہ دنیا میں بھی نقصان اٹھاتے ہیں' ماں باپ کی فرمانبرداری اور خدمت گزاری اور دیگر رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنے سے جو عمر میں درازی اور رزق میں وسعت ہوتی ہے اس سے محروم ہوتے ہیں۔

ماں باپ کے اخراجات کیلئے محنت کرنے کا ثواب

(۱۱) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ مَرَّ رَجُلٌ لَہٗ جِسْمٌ یَعْنِیْ خَلْقًا فَقَالُوْا لَوْ کَانَ ھٰذَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَعَلَّہٗ یَکُدُّ عَلٰی اَبَوَیْنِ شَیْخَیْنِ کَبِیْرَیْنِ فَھُوَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ لَعَلَّہٗ یَکُدُّ عَلٰی صِبْیَۃٍ صِغَارٍ فَھُوَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ لَعَلَّہٗ یَکُدُّ عَلٰی نَفْسِہٖ لِیُغْنِیَھَا عَنِ النَّاسِ فَھُوَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ (اخرجہ البیھقی کذافی الدر المنثور)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک ایسے شخص کا (مجلس نبویؐ کے قریب سے) گزر ہوا جس کا جسم دبلا پتلا تھا' اس کو دیکھ کر حاضرین نے کہا کہ کاش یہ جسم اللہ کی راہ میں (یعنی جہاد میں دبلا ہوا) ہوتا یہ سن کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شاید وہ اپنے بوڑھے ماں باپ پر محنت کرتا ہو (اور ان کی خدمت میں لگنے اور ان کیلئے روزی کمانے کی وجہ سے دبلا ہوگیا ہو) اگر ایسا ہے تو وہ فی سبیل اللہ ہے (پھر فرمایا کہ) شاید وہ چھوٹے بچوں پر محنت کرتا ہو (یعنی ان کی خدمت اور پرورش اوران کے لئے

رزق مہیا کرنے میں دبلا ہوگیا ہو) اگر ایسا ہے تو وہ فی سبیل اللہ ہے، (پھر فرمایا کہ) شاید وہ اپنے نفس پر محنت کرتا ہو (اور اپنی جان کے لئے محنت کرکے روزی کماتا ہو) تاکہ اپنے نفس کو لوگوں سے بے نیاز کردے، (اور مخلوق سے سوال نہ کرنا پڑے) اگر ایسا ہے تو وہ فی سبیل اللہ ہے“۔

(درمنثور ص ۱۷۳ ج ۱ از بیہقی)

ف: معلوم ہوا کہ ماں باپ اور آل اولاد بلکہ اپنے نفس کے لئے حلال روزی کمانا بھی فی سبیل اللہ میں شمار ہے۔

ماں باپ کی خدمت نفلی جہاد سے افضل ہے

(۱۲) وَعَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاسْتَاْذَنَہٗ فِی الْجِھَادِ فَقَالَ اَحَیٌّ وَالِدَاکَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَفِیْھِمَا فَجَاھِدْ رواہ البخاری ومسلم، وفی روایۃ فَارْجِعْ اِلٰی وَالِدَیْکَ فَاَحْسِنْ صُحْبَتَھُمَا.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور جہاد میں شریک ہونیکی اجازت مانگی، آپ نے فرمایا کیا تیرے ماں باپ زندہ ہیں؟ اس نے عرض کیا جی ہاں زندہ ہیں، آپؐ نے فرمایا انہی میں جہاد کر (یعنی ان کی خدمت میں جو محنت اور کوشش اور مال تو خرچ کرے گا یہ بھی ایک طرح کا جہاد ہوگا) اور ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ واپس جا اور ماں باپ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتا رہ۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۳۱، از بخاری ومسلم)

(۱۳) وَعَنْ مُعَاوِیَۃَ بْنِ جَاھِمَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّ جَاھِمَۃَ جَآءَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَرَدْتُّ اَنْ اَغْزُوَ وَقَدْ جِئْتُ اَسْتَشِیْرُکَ فَقَالَ ھَلْ لَّکَ مِنْ اُمٍّ فَقَالَ نَعَمْ قَالَ فَالْزَمْھَا فَاِنَّ الْجَنَّۃَ عِنْدَ رِجْلِھَا، رواہ احمد والنسائی والبیھقی فی شعب الایمان.

ترجمہ: حضرت معاویہ بن جاہمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بیان فرمایا کہ (میرے والد) حضرت جاہمہؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں نے جہاد کرنے کا ارادہ کیا، اور آپؐ سے مشورہ کرنے کیلئے حاضر ہوا ہوں، آپؐ نے فرمایا کیا تیری ماں زندہ ہے؟ انہوں نے عرض کیا جی ہاں، زندہ ہے، آپ نے فرمایا بس تو اسی کی خدمت میں لگا رہ، کیونکہ جنت اس کے پاؤں کے پاس ہے“۔

(مشکوٰۃ المصابیح، ص ۴۲۱، از احمد، نسائی، بیہقی)

ف: ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ عام حالات میں (جبکہ جہاد فرض عین نہ ہو) جہاد کی شرکت کے بجائے ماں باپ کی خدمت کرنا زیادہ افضل ہے، اگر دوسرا بھائی، بہن ان کی خدمت کیلئے موجود نہ ہو تو ان کی خدمت میں رہنے کی اہمیت اور زیادہ ہوجائے گی۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص یمن سے ہجرت کرکے آیا، آپؐ نے اس سے فرمایا کہ تم نے سرزمین شرک سے تو ہجرت کرلی، لیکن جہاد باقی ہے، تو کیا یمن میں تمہارا کوئی (قریبی) عزیز ہے؟ عرض کیا کہ والدین ہیں، آپؐ نے سوال فرمایا کہ

انہوں نے تم کو اجازت دی ہے؟ عرض کیا نہیں' فرمایا بس تو واپس جاؤ' اوران سے اجازت لو' اگر وہ اجازت دیں تو جہاد میں شرکت کرلینا' ورنہ ان کے ساتھ حسن سلوک کرتے رہنا۔ (درمنثور' ص ۱۷۵ ج ۴) عن احمد والحاکم' وقال صححہ الحاکم)

ہجرت کی بیعت کیلئے
والدین کوروتا چھوڑنے والے کونصیحت

(۱۴) وَعَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ یُبَایِعُہٗ عَلَی الْھِجْرَۃِ فَقَالَ اِنِّیْ جِئْتُ اُبَایِعُکَ عَلَی الْھِجْرَۃِ تَرَکْتُ اَبَوَیَّ یَبْکِیَانِ فَقَالَ ارْجِعْ اِلَیْھِمَا فَاَضْحِکْھُمَا کَمَا اَبْکَیْتَھُمَا (اخرجہ الحاکم فی المستدرک وقال صحیح الاسناد واخرجہ ابو داؤد و النسائی واخرجہ البخاری فی الادب المفرد)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہجرت پر بیعت کرنے کیلئے حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں آپؐ سے ہجرت پر بیعت کرنے کیلئے حاضر ہوا ہوں اور میں نے اپنے والدین کو اس حال پر چھوڑا کہ وہ دونوں (میری جدائی کی وجہ سے) رو رہے تھے، آپؐ نے فرمایا کہ ان کے پاس واپس جا، اوران کو ہنسا، جیسا کہ تو نے ان کو رلایا۔

(مستدرک، حاکم،ص ۱۵۳ ج ۴ وابوداؤد وغیرہ)

ف: یہ شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نیک نیت سے حاضر

ہوا، یعنی ہجرت پر بیعت ہونے کے لئے سفر کر کے آیا تھا، اول ہجرت کی نیت، پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس عمل پر بیعت ہونا، یہ سب مبارک اور نیک عمل ہے، جس میں کوئی شک نہیں، لیکن ماں باپ اس پر راضی نہ تھے کہ ان کو چھوڑ کر جائے، وہ اس شخص کے سفر میں جانے سے بہت بے چین ہوئے، اور جدائی کے صدمہ سے رونے لگے جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ بات معلوم ہوئی تو فرمایا کہ واپس جا اور والدین کو ہنسا، جیسا کہ تو نے ان کو رلایا ہے۔

اس سے ماں باپ کی دلداری کی اہمیت اور فضیلت معلوم ہوئی، یہ اس زمانہ کی بات ہے جب ہجرت کرنا فرض نہ تھا، اسلام خطہ عرب میں پھیل چکا تھا، مسلمان ہر جگہ امن وامان کے ساتھ اسلام کے مطابق زندگی گزار سکتے تھے۔

اور یہ معلوم ہوا کہ ایسا کام کرنا جس سے ماں باپ رنج اور صدمہ کی وجہ سے روئیں گناہ ہے، اور ایسا کام کرنا جس سے ماں باپ خوش ہوں اور جس سے ان کو ہنسی آئے ثواب کا کام ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ بُکَاءُ الْوَالِدَیْنِ مِنَ الْعُقُوْقِ وَالْکَبَائِرِ (یعنی ماں باپ کا رونا عقوق اور کبائر میں سے ہے، جب کہ اولاد ایسا کام کرے جس سے ان کو ایذا پہنچے اور جس سے وہ رونے لگیں) (الادب المفرد للبخاری)

حسرت اویس قرنی رحمہ اللہ تعالیٰ یمن کے رہنے والے تھے، ان کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خیر التابعین فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ ان سے اپنے لئے دعائے مغفرت کرانا، انہوں نے عہد نبوت میں اسلام قبول کرلیا تھا، لیکن والدہ کی خدمت کی وجہ سے بارگاہ رسالت میں حاضر نہ ہو سکے، اور شرف صحابیت سے محروم ہوگئے، آنحضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس

عمل پر نکیر نہیں فرمائی، اور ارشاد فرمایا کہ ان سے دعا کرانا، والدین کی خدمت کا کیا مرتبہ ہے حضرت اویس قرنی ؒ کے عمل سے ظاہر ہے، صحیح مسلم میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اویس کی والدہ ہے اس کے ساتھ انہوں نے حسن سلوک کیا ہے، اگر اویس (کسی بات میں) اللہ پر قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ ضرور ان کی قسم پوری فرمائے

(باب فضائل اویس قرنیؒ)

ماں باپ کے سامنے ہنسنے اور ان کو ہنسانے کی فضیلت

(۱۵) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَنَوْمُکَ عَلَی السَّرِیْرِ بَیْنَ وَالِدَیْکَ تُضْحِکُهُمَا وَیُضْحِکَانِکَ اَفْضَلُ مِنْ جِهَادِکَ بِالسَّیْفِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ، (کذافی الدر المنثور عن البیهقی)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ والدین کے درمیان تیرا تخت پر سو جانا اس طرح کہ تو ان کو ہنساتا ہو اور وہ تجھے ہنساتے ہوں اس کام سے افضل ہے کہ تو فی سبیل اللہ تلوار سے جہاد کرے" (در منثور، ص ۳۷۱ ج ۴ از بیہقی)

ف: ماں باپ کی نظروں کے سامنے خوش و خرم رہنا اور ان کو خوش و خرم رکھنا، ان کے سامنے مسکرانا، ہنسنا اور ان سے ایسی باتیں کرنا جن سے ان کا دل خوش ہو اور ہنسی مسکراہٹ آجائے یہ سب ثواب ہے اور یہ بھی ایک طرح کی خدمت ہے اور جہاد سے افضل ہے، مفت میں اتنا بڑا ثواب لینے والے کہاں ہیں؟

ماں باپ کی خدمت نفلی حج اور عمرہ سے کم نہیں

(۱۶) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ اَتٰی رَجُلٌ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّیْ اَشْتَهِی الْجِهَادَ وَ لَا اَقْدِرُ عَلَیْهِ فَقَالَ هَلْ بَقِیَ اَحَدٌ مِّنْ وَّالِدَیْکَ قَالَ اُمِّیْ قَالَ فَاتَّقِ اللّٰہَ فِیْهَا فَاِذَا فَعَلْتَ ذٰلِکَ فَاَنْتَ حَاجٌّ وَّمُعْتَمِرٌ وَّمُجَاهِدٌ فَاِذَا دَعَتْکَ اُمُّکَ فَاتَّقِ اللّٰہَ وَبِرَّهَا (کذافی الدر المنثور عن ابن مردویه والبیهقی)

ترجمہ: "حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا کہ میں جہاد کرنے کی خواہش رکھتا ہوں اور اس پر قادر نہیں، (ممکن ہے کہ یہ صاحب بہت کمزور ہوں، یا بعض اعضاء صحیح سالم نہ ہوں جس کی وجہ سے یہ کہا کہ جہاد پر قادر نہیں) ان کی بات سن کر آنحضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال فرمایا کہ کیا تیرے ماں باپ میں سے کوئی زندہ ہے؟ عرض کیا والدہ زندہ ہے، آپؐ نے فرمایا کہ بس تو اپنی والدہ (کی خدمت اور فرمانبرداری) کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈر، جب تو اس پر عمل کرے گا تو توحج کرنیوالا اور عمرہ کرنے والا اور جہاد کرنے والا ہوگا، پس جب تیری ماں تجھے بلائے تو (اسکی فرمانبرداری کے بارے میں) اللہ سے ڈرنا (یعنی نافرمانی مت کرنا) اور والدہ کے ساتھ حسن سلوک کا برتاؤ کرنا۔

(در منثور، ص ۳۷۱ ج ۴، از بیہقی وغیرہ)"

ف: اس حدیث پاک میں ارشاد فرمایا ہے، کہ والدہ تم کو بلائے تو اس کی

اطاعت کرو، عام حالات میں جب بھی ماں باپ بلائیں ان کے پکارنے پر حاضر خدمت ہوجائے، اور جو خدمت بتائے انجام دیدے، اگر نماز میں مشغول ہو اور اس وقت والدین میں سے کوئی آواز دے تو اس کے بارے میں یہ تفصیل ہے کہ ماں باپ اگر کسی مصیبت کی وجہ سے پکاریں، مثلاً پاخانہ وغیرہ کی ضرورت سے آتے جاتے پاؤں پھسل جائے کہ دونوں میں سے کوئی گرگیا، یا گرجانے کا قوی اندیشہ ہے، اور کوئی دوسرا اٹھانے والا اور سنبھالنے والا نہیں ہے تو ان کو اٹھانے اور سنبھالنے کیلئے فرض نماز کا توڑ دینا واجب ہے، اور اگر انہوں نے کسی ایسی ضرورت کیلئے نہیں پکارا جس کا اوپر ذکر ہوا بلکہ یونہی پکارلیا تو فرض نماز توڑنا درست نہیں ہے۔

اور اگر کسی نے سنت یا نفل نماز شروع کررکھی ہے اور ماں باپ نے آواز دی، لیکن ان کو معلوم نہیں ہے کہ فلاں لڑکا یا لڑکی نماز میں ہے تو اس صورت میں نماز توڑ کر جواب دینا واجب ہے، خواہ کسی ضرورت سے پکاریں خواہ بلاضرورت یونہی پکارلیں، اس صورت میں اگر نماز نہ توڑی اور ان کا جواب نہ دیا تو گناہ ہوگا، البتہ اگر ان کو معلوم ہے کہ نماز میں ہے اور یونہی بلاضرورت پکارا ہے تو نماز نہ توڑے،

اور اگر کسی ضرورت سے پکاریں یا کسی مصیبت میں پڑجانے کا خطرہ ہو جسکی وجہ سے پکارا ہو تو ہر حال میں نماز توڑ کر ان کی ضرورت پوری کرے، ان کو نماز پڑھنے کا علم ہو یا نہ ہو۔ (شامی، باب ادراک الفریضة)

فصل سوم

میں وہ احادیث شریفہ درج کی جاتی ہیں جن میں والدین کی نافرمانی اور بے ادبی کی وعیدیں مذکور ہیں،

والدین کی نافرمانی بڑے کبیرہ گناہوں میں سے ہے

(۱۷) وَعَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْکَبَائِرُ اَلْاِشْرَاکُ بِاللّٰہِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ وَقَتْلُ النَّفْسِ وَالْیَمِیْنُ الْغَمُوْسُ، رواہ البخاری

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بڑے بڑے گناہ یہ ہیں (1) اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا (2) والدین کی نافرمانی کرنا (3) کسی جان کو قتل کردینا (جس کا قتل کرنا شرعاً قاتل کیلئے حلال نہ ہو) (4) جھوٹی قسم کھانا''

(مشکوۃ المصابیح ص۱۷، از بخاری)

ف: کبیرہ گناہوں کی فہرست طویل ہے، اس حدیث میں ان گناہوں کا ذکر ہے جو بہت بڑے ہیں، ان میں شرک کے بعد ہی عقوق الوالدین کو ذکر فرمایا ہے، لفظ عقوق میں بہت عموم ہے، ماں باپ کو کسی بھی طرح سے ستانا، قول سے یا فعل سے ان کو ایزاء دینا، دل دکھانا، نافرمانی کرنا، حاجت ہوتے ہوئے ان پر خرچ نہ کرنا یہ سب عقوق میں شامل ہے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو محبوب ترین اعمال ہیں ان میں

بروقت نماز پڑھنے کے بعد ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کا درجہ بتایا ہے، (دیکھو حدیث نمبر 1) بالکل اسی طرح بڑے بڑے کبیرہ گناہوں کی فہرست میں شرک کے بعد ماں باپ کے ستانے اور ان کی نافرمانی کرنے کو شمار فرمایا ہے، ماں باپ کی نافرمانی اور ایذاء رسانی کس درجہ کا گناہ ہے، اس حدیث سے صاف واضح ہے،

وہ شخص ذلیل ہو جسے ماں باپ نے جنت میں داخل نہ کرایا

(۱۸) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَغِمَ اَنْفُهٗ رَغِمَ اَنْفُهٗ رَغِمَ اَنْفُهٗ قِیْلَ مَنْ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ مَنْ اَدْرَکَ وَالِدَیْهِ عِنْدَ الْکِبَرِ اَحَدُهُمَا اَوْ کِلَاهُمَا ثُمَّ لَمْ یَدْخُلِ الْجَنَّةَ، (رواہ مسلم).

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک مرتبہ) ارشاد فرمایا کہ وہ ذلیل ہو، وہ ذلیل ہو، وہ ذلیل ہو، عرض کیا گیا کون یارسول اللہ! فرمایا جس نے اپنے ماں باپ کو یا دونوں میں سے کسی ایک کو بڑھاپے کے وقت میں پایا پھر (ان کی خدمت کر کے) جنت میں داخل نہ ہوا۔ (مشکوۃ المصابیح ص ۴۱۸، از مسلم)

ف: پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ ماں باپ کی خدمت اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا جنت میں داخل ہونے کا بہترین ذریعہ ہے، اور عقوق الوالدین یعنی ماں باپ کی نافرمانی اور ایذاء رسانی دوزخ میں جانے کا ذریعہ ہے، زندگی میں خصوصاً نوجوانی میں انسان سے بہت سے صغیرہ کبیرہ گناہ سرزد ہو جاتے ہیں، اور ماں باپ کی نافرمانی بھی ہو جاتی ہے، اگر کسی گناہگار بندہ کو بوڑھے ماں باپ میسر آجائیں یعنی اس کی موجودگی میں بوڑھے ہو جائیں، تو گزشتہ گناہوں کے کفارہ

کیلئے اور دوزخ سے آزاد ہو کر جنتی بننے کیلئے بوڑھے ماں باپ کی خدمت کو ہاتھ سے نہ جانے دے، اس کو داخلہ جنت کیلئے اکسیر جانے، جس شخص نے ماں باپ کو بوڑھا پایا لیکن ان کی خدمت نہ کی، ان کی دعائیں نہ لیں، بلکہ ان کا دل دکھاتا رہا، اور جوش جوانی میں ان کی طرف سے غفلت برتتا رہا، جس کی وجہ سے دوزخ کا مستحق ہو گیا، ایسے شخص کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین مرتبہ بددعا دی، اور فرمایا کہ یہ شخص (دنیا وآخرت میں ذلیل وخوار ہو)

لَا جَعَلَنَا اللّٰهُ مِنْهُمْ، جس کے ماں باپ زندہ ہیں ان کی زندگی کی قدر کرے، اور ان کو راضی رکھ کر جنت کما لے،

فرماں بردار اولاد کیلئے جنت کے اور نافرمان کیلئے دوزخ کے دروازے کھلے ہوئے ہیں

(۱۹) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَصْبَحَ مُطِیْعًا لِلّٰهِ فِیْ وَالِدَیْهِ اَصْبَحَ لَهٗ بَابَانِ مَفْتُوْحَانِ مِنَ الْجَنَّةِ وَاِنْ کَانَ وَاحِدًا فَوَاحِدٌ وَمَنْ اَصْبَحَ عَاصِیًا لِلّٰهِ فِیْ وَالِدَیْهِ، اَصْبَحَ لَهٗ بَابَانِ مَفْتُوْحَانِ مِنَ النَّارِ اِنْ کَانَ وَاحِدًا فَوَاحِدٌ، قَالَ رَجُلٌ وَاِنْ ظَلَمَاهُ، قَالَ وَاِنْ ظَلَمَاهُ وَاِنْ ظَلَمَاهُ وَاِنْ ظَلَمَاهُ، رواہ البیهقی فی شعب الایمان کذا فی مشکوٰۃ المصابیح.

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے اس حال میں صبح کی کہ وہ اپنے والدین کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار ہے (یعنی حکم شریعت

کے مطابق ان کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے) تو اس کو اس حال میں صبح ہوئی کہ اس کیلئے جنت کے دروازے کھلے ہوئے ہوتے ہیں، اور اگر ماں باپ میں سے ایک موجود ہو اور اس کے بارے میں اللہ کی فرمانبرداری کرتے ہوئے صبح کی ہو تو اس کو اس حال میں صبح ہوتی ہے کہ اس کیلئے جنت کا ایک دروازہ کھلا ہوا ہوتا ہے اور جس شخص کو اس حال میں صبح ہوئی کہ وہ اپنے والدین کے بارے میں اللہ کا نافرمان ہے (یعنی ماں باپ کے حقوق واجبہ کی ادائیگی نہیں کرتا) تو اس کیلئے اس حال میں صبح ہوئی کہ اس کے لئے دوزخ کے دروازے کھلے ہوئے ہوتے ہیں، اور اگر ماں باپ میں سے ایک موجود ہو اور اس کے بارے میں اللہ کی نافرمانی کرتے ہوئے صبح کی ہو تو اس کو اس حال میں صبح ہوتی ہے کہ اس کیلئے دوزخ کا ایک دروازہ کھلا ہوا ہوتا ہے، ایک شخص نے سوال کیا کہ اگرچہ ماں باپ نے اس پر ظلم کیا ہو، (تب بھی یہی حکم ہے) اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (تین بار فرمایا) اگرچہ ماں باپ نے اس پر ظلم کیا ہو، اگرچہ ماں باپ نے اس پر ظلم کیا ہو، اگرچہ ماں باپ نے اس پر ظلم کیا ہوا" (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۲۱، از بیہقی)

ف: اس حدیث پاک میں ماں باپ کی خدمت، اور فرمانبرداری اور حسن سلوک کی فضیلت پوری اہمیت کے ساتھ بتائی ہے اور ماں باپ کے ستانے اور ان کی نافرمانی کا وبال خوب واضح کر کے بیان فرمایا ہے، یہ جو آخر میں فرمایا کہ ماں باپ اگرچہ ظلم کریں تب بھی ان کی نافرمانی اور ایذاء رسانی کی وجہ سے دوزخ کے دروازے کھلے رہیں گے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ماں باپ کو ظلم کرنے کی اجازت دیدی، ماں باپ ظلم کریں گے تو ظلم کا وبال ان پر پڑے گا اور ان سے اس

کا مواخذہ ہوگا،

اولاد کو چاہئے کہ وہ یہ دیکھے کہ میری ذمہ داری کیا ہے اگر ماں باپ اپنی ذمہ داری پوری نہیں کرتے تو وہ جانیں، درحقیقت اجتماعی زندگی گزارنے کیلئے یہ بہت بڑی وصیت ہے اور بہت کام کی نصیحت ہے، کہ ہر شخص اپنی ذمہ داری پوری کرنے کی فکر کرے، یہ نہ دیکھے کہ دوسرے نے میرے ساتھ کیا کیا ہے، اگر ہر فریق اور ہر چھوٹا بڑا اس پر عمل کرے تو انشاء اللہ سب کی زندگی آرام سے گزرے گی، وباللہ التوفیق

ماں باپ کی طرف گھور کر دیکھنا بھی عقوق میں شامل ہے

(۲۰) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَابَرَّ اَبَاهُ مَنْ حَدَّ اِلَيْهِ الطَّرْفَ، كذا فی الدر المنثور عن البيهقي في شعب الايمان.

ترجمہ: "حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس شخص نے اپنے والد کے ساتھ حسن سلوک نہیں کیا جس نے والد کو تیز نظر سے دیکھا۔"

(درمنثور، ص ۱۷۱ ج ۴ از بیہقی فی الشعب)

ف: اس حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ ماں باپ کو تیز نظر سے دیکھنا بھی ان کے ستانے میں داخل ہے، حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے کسی نے دریافت کیا کہ عقوق یعنی ماں باپ کے ستانے کی کیا حد ہے؟ انہوں نے جواب میں فرمایا کہ ان کو (خدمت سے اور مال سے) محروم کرنا اور ان سے ملنا جلنا چھوڑ

دینا، اوران کے چہرے کی طرف تیز نظر سے دیکھنا یہ سب عقوق ہے

(درمنثور از ابن ابی شیبہ)

حضرت عروہؒ نے فرمایا کہ اگر ماں باپ تجھے ناراض کردیں (یعنی ایسی بات کہدیں جس سے تجھے ناگواری ہو تو ان کی طرف ترچھی نظر سے (بھی) مت دیکھنا، کیونکہ انسان جب کسی پر غصہ ہوتا ہے تو سب سے پہلے تیز نظر سے ہی اس کا پتہ چلتا ہے۔

(درمنثور عن ابن ابی حاتم)

معلوم ہوا کہ دل سے ماں باپ کی تعظیم وتکریم کرتے ہوئے اعضاء وجوارح سے بھی فرمانبرداری اور انکساری ظاہر کرنا چاہئے، رفتار وگفتار اور نظر سے کوئی ایسا عمل نہ کرے جس سے ان کو ایذاء پہنچے۔

ماں باپ کو گالی دینا گناہ کبیرہ ہے

(۲۱) وَعَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ الْکَبَائِرِشَتْمُ الرَّجُلِ وَالِدَیْہِ، قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَھَلْ یَشْتِمُ الرَّجُلُ وَالِدَیْہِ قَالَ نَعَمْ یَسُبُّ اَبَا الرَّجُلِ فَیَسُبُّ اَبَاہُ وَیَسُبُّ اُمَّہٗ فَیَسُبُّ اُمَّہٗ، رواہ البخاری ومسلم.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما، سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کبیرہ گناہوں میں سے یہ بھی ہے کہ آدمی اپنے ماں باپ کو گالی دے، حاضرین نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ کیا کوئی شخص اپنے ماں باپ کو گالی دے گا؟ آپؐ نے فرمایا ہاں (اس کی صورت یہ ہے کہ) کسی دوسرے کے باپ کو گالی دے تو وہ پلٹ کر گالی دینے والے کے باپ کو گالی دیدے، اور کسی دوسرے شخص کی ماں کو گالی دے تو وہ پلٹ کر گالی دینے والے کی ماں کو گالی دے"۔ (مشکوٰۃ المصابیح، ص۴۱۹ از بخاری ومسلم)

ف: حدیث کا مطلب یہ ہے کہ گالی دینے والے نے اپنی ماں یا اپنے باپ کو تو گالی نہ دی لیکن چونکہ دوسرے سے گالی دلوانے کا ذریعہ بن گیا اس لئے خود گالی دینے والوں میں شمار ہوگیا۔ نہ کسی دوسرے کے باپ یا ماں کو گالی دیتا نہ وہ پلٹ کر گالی دینے والے کے باپ یا ماں کو گالی دیتا، خود گالی نہ دی لیکن دوسرے سے گالی دلوادی، اس کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبیرہ گناہوں میں شمار فرمایا، اسی سے سمجھ لیا جائے کہ جو شخص اپنے ماں باپ کو خود اپنی زبان سے گالی دے گا ظاہر ہے کہ اس کا گناہ عام کبیرہ گناہوں سے بڑھ کر ہوگا، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو

اپنے ماحول کے اعتبار سے یہ بات بڑے تعجب کی معلوم ہوئی کہ کوئی شخص اپنے والدین کو گالی دے، ان کے تعجب پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گالی کا ذریعہ اور سبب بننے والی صورت بتائی جو اس زمانہ میں پیش آ سکتی تھی، لیکن ہمارے اس دور میں تو ایسے لوگ موجود ہیں جو خود اپنی زبان سے ماں باپ کو گالی دیتے ہیں اور برے الفاظ اور برے القاب سے یاد کرتے ہیں، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

ماں باپ پر لعنت کرنیوالا ملعون ہے

(۲۲) وَعَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وَکَرَّمَ وَجْھَہٗ قَالَ مَاخَصَّنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِشَیْءٍ لَمْ یَخُصَّ بِہِ النَّاسَ اِلَّا مَافِیْ قِرَابِ سَیْفِیْ ثُمَّ اَخْرَجَ صَحِیْفَۃً فَاِذَا فِیْھَا مَکْتُوْبٌ لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ ذَبَحَ لِغَیْرِ اللّٰہِ لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ سَرَقَ مَنَارَ الْاَرْضِ لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ لَعَنَ وَالِدَیْہِ لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ اٰوٰی مُحْدِثًا''اخرجه البخاری فی الادب المفرد باب لعن الله من والديه واخرجه مسلم فی کتاب الاضحی''

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کوئی چیز ایسی نہیں ہے کہ جس کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو مخصوص کیا ہو اور دوسرے مسلمانوں کو اس کے ساتھ مخصوص نہ کیا ہو سوائے اس چیز کے جو میری تلوار کی نیام میں ہے، پھر (تلوار کی نیام سے) ایک نوشتہ نکالا جس میں یہ لکھا تھا کہ جو غیر اللہ کے لئے ذبح کرے اس پر اللہ کی لعنت ہو، جو زمین کی نشانی چرائے اس پر اللہ کی لعنت ہو، جو اپنے والدین پر لعنت کرے اس پر اللہ کی لعنت ہو، جو کسی ایسے شخص کو ٹھکانا دے جس نے دین اسلام میں (عمل یا عقیدہ کے

اظہار سے) کوئی چیز نکالی ہو، اس پر اللہ کی لعنت ہو''(الادب المفرد ص ۱۵ 'للامام البخاری واخرجه مسلم فی کتاب الأضاحی)

ف: اس حدیث پاک میں چند لوگوں پر لعنت کی گئی ہے:۔

اول: وہ شخص جو غیر اللہ کیلئے ذبح کرے، یعنی جس طرح اللہ کی خوشنودی کیلئے قربانی کرتے ہیں یا حج میں جانور ذبح کرتے ہیں اسی طرح بت یا قبر یا پیر فقیر کے نام ذبح کرنا تاکہ وہ خوش ہو، یہ لعنت والا عمل اور شرک جلی ہے۔

دوم: ایسے شخص پر لعنت بھیجی جو زمین کی نشانی چرالے، صحیح مسلم میں ''غیر'' بھی وارد ہوا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ اس پر لعنت کرے جو زمین کی نشانی کو بدل دے، یہ کام زیادہ تر دیہاتی کاشتکار کیا کرتے ہیں کھیتوں کے درمیان جو مینڈھ بنادی جاتی ہے اس کو کاٹ کر دوسرے کا کھیت اپنے کھیت میں ملانے کی کوشش کرتے ہیں اور کھیتوں اور زمینوں کے درمیان فاصلہ قائم کرنے کیلئے جو نشانیاں مقرر کردی جاتی ہیں، ان کو چرا کر ضائع کردیتے ہیں، یا ان کی جگہ سے ہٹادیتے ہیں تاکہ پتہ نہ چلے کہ کس کی زمین کہاں تک ہے، پھر موقع پاکر راتوں رات دوسرے کی زمین اپنی زمین میں ملالیتے ہیں، کاشت کی زمینوں کے علاوہ شہری اور سکنائی جائیدادوں میں خورد برد کرنے کیلئے غلط نقشے بنواکر پاس کرالینا پٹواری کو کچھ لے دے کر دوسرے کی زمین اپنے نام کروالینا یہ سب اسی لعنت کے کام میں شامل ہے۔

سوم: اس پر لعنت کی جو والدین پر لعنت کرے، اس کا مطلب بالکل واضح ہے، جہاں اُف کہنے کی گنجائش نہ ہو وہاں گالی دینے اور لعنت کرنے کی کہاں اجازت ہوسکتی ہے، بہت سے بے پڑھے بلکہ پڑھے لکھے مہذب لوگ اس گناہ عظیم

میں مبتلا ہوتے ہیں درمنثور ص ۱۷۵ جلد چہارم میں بھی یہ حدیث مستدرک حاکم کے حوالہ سے نقل کی گئی ہے، اس میں یہ الفاظ ہیں کہ **لَعَنَ اللّٰہُ الْعَاقَ لِوَالِدَیْہِ** یعنی جو اپنے ماں باپ کو ستائے اللہ اس پر لعنت کرے''

چہارم: اس پر لعنت فرمائی جو کسی ایسے شخص کو پناہ دے جس نے دین میں کوئی بات اپنے پاس سے نکالی ہو۔

جو چیز اپنے پاس سے تجویز کر کے دین میں داخل کی جائے اسے ''بدعت'' کہتے ہیں، بدعت اعتقادی بھی ہوتی ہے اور عملی بھی، دونوں قسم کی بدعت شریعت اسلامیہ میں مردود ہے، جو شخص کسی شخص کو ٹھکانہ دے جس نے بدعت ایجاد کی ہو اس پر اس لئے لعنت کی کہ وہ بدعتی کا مددگار بن رہا ہے، اور بدعت کو تقویت پہنچا رہا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ جو فرمایا کہ ہم کو کسی ایسی چیز کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مخصوص نہیں فرمایا جو دوسروں کو نہ بتائی ہو سوائے چند چیزوں کے یہ ان کے اپنے علم کے مطابق ہے، ورنہ وہ چند چیزیں بھی ان کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں چونکہ یہ باتیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اہمیت کے ساتھ بتائی تھیں، اور انہوں نے ان کا پرچہ بڑی اہمیت کے ساتھ محفوظ رکھا تھا، اس لئے یہ فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں ان کے ساتھ مخصوص کیا۔

ایک گمراہ فرقہ یہ کہتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی تھے، اور ان کو خاص خاص باتیں بتائی تھیں، اس حدیث سے ان کی تردید ظاہر ہے، اگر یہ باتیں ان کے ساتھ اس طرح مخصوص ہوتیں کہ دوسروں سے پوشیدہ کرنا مقصود ہوتا تو وہ خود کسی کو نہ بتاتے، پھر ان باتوں کو دیکھ لو، ان میں وصیت اور خلافت کا ذکر نہیں ہے۔

ماں باپ کو قتل کرنیوالا

سب سے زیادہ سخت عذاب میں ہوگا

(۲۳) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَشَدَّالنَّاسِ عَذَابًا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مَنْ قَتَلَ نَبِیًّا اَوْقَتَلَہٗ نَبِیٌّ اَوْ قَتَلَ اَحَدَ وَالِدَیْہِ وَالْمُصَوِّرُوْنَ وَعَالِمٌ لَمْ یَنْتَفِعْ بِعِلْمِہٖ 'اخرجہ البیھقی کذا فی الدرالمنثور (ص ۱۷۴ ج ۴ و کذا عزاہ الی البیھقی صاحب الشکوۃ فی باب التصاویر'

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب والا وہ شخص ہوگا جس نے کسی نبی کو قتل کر دیا، یا جس کو کسی نبی نے قتل کیا، یا جس نے اپنے والدین میں سے کسی کو قتل کیا اور تصویر کھینچنے والوں کو ا۔ راس عالم کو بھی سب سے زیادہ عذاب ہوگا جس نے اپنے علم سے نفع حاصل نہ کیا'

(درمنثور ص ۱۷۴ ج ۴ مشکوٰۃ المصابیح از بیہقی)

ف: جن لوگوں کو سب سے زیادہ شدید عذاب ہوگا اس حدیث پاک میں ان کا ذکر ہے، ان لوگوں میں وہ بھی ہے جو اپنے والدین میں سے کسی کو قتل کر دے۔

پرانے زمانے میں صدیوں پہلے تو شاید اس کا تصور بھی نہ ہوسکتا ہوگا کہ کوئی شخص اپنے والدین میں سے کسی کو قتل کر دے لیکن آج کل تو ایسے لوگ موجود

ہوگئے ہیں جن کیلئے زمین وجائیداد کے جھگڑوں میں باپ کو موت کے گھاٹ اتار دینا معمولی سی بات ہوگئی ہے، چونکہ ماں باپ اولاد کے وجود میں آنے کا ذریعہ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے بعد ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے اس لئے ان کے قاتل کو ان لوگوں میں شمار فرمایا جو سب سے زیادہ سخت عذاب میں مبتلا ہونگے۔

ماں باپ کو ستانے کی سزا دنیا میں مل جاتی ہے

(۲۴) وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُلُّ الذُّنُوْبِ یَغْفِرُ اللّٰہُ مِنْھَا مَاشَآءَ اِلَّا عُقُوْقَ الْوَالِدَیْنِ فَاِنَّہٗ یُعَجِّلُ لِصَاحِبِہٖ فِی الْحَیٰوۃِ قَبْلَ الْمَمَاتِ، رواہ البیہقی فی شعب الایمان کذافی مشکوٰۃ المصابیح

ترجمہ: حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ماں باپ کے ستانے کے علاوہ تمام گناہ ایسے ہیں جن میں سے اللہ تعالیٰ شانہ جس کو چاہتے ہیں معاف فرما دیتے ہیں اور ماں باپ کو ستانے کا گناہ ایسا ہے کہ اس گناہ کے کرنیوالے کو اللہ جل شانہ موت سے پہلے دنیا والی ہی زندگی میں سزا دیدیتے ہیں" (کذافی المشکوٰۃ ص ۴۲۱ عن البیہقی فی الشعب)

ف: ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ ظلم اور قطع رحمی کے علاوہ کوئی گناہ ایسا نہیں ہے جس کا ارتکاب کرنے والا دنیا میں سزا پانے کا زیادہ مستحق ہو ان دونوں گناہوں کے مرتکب کو دنیا میں سزا دے دی جاتی ہے (لیکن اس سے آخرت کی سزا ختم نہیں

ہو جاتی بلکہ) اس کیلئے آخرت کی سزا بھی بطور ذخیرہ رکھ لی جاتی ہے، (جب آخرت میں پہنچے گا تو وہاں بھی سزا پائے گا) (مشکوٰۃ)

معلوم ہوا کہ ماں باپ کے ستانے اور رشتہ داروں سے قطع رحمی کا برتاؤ کرنے کی سزا دینا اور آخرت دونوں جہان میں ملتی ہے، آج کل مصیبتیں دفع کرنے اور بلائیں دور کرنے کیلئے بہت سی ظاہری تدبیریں کرتے ہیں لیکن ان اعمال کو نہیں چھوڑتے جن کی وجہ سے مصیبتیں آتی ہیں اور پریشانیاں لاحق ہوتی ہیں۔

ماں باپ کو ستانے والا جنت میں داخل نہ ہوگا

(۲۵) وَعَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَایَدْخُلُ الْجَنَّۃَ مَنَّانٌ وَّلَا عَاقٌّ وَّلَا مُدْمِنُ خَمْرٍ، رواہ النسائی والدارمی کذافی مشکوٰۃ المصابیح

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنھما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں احسان جتانے والا اور (ماں باپ) کو ستانے والا اور شراب کی عادت رکھنے والا داخل نہ ہوگا"

(مشکوٰۃ المصابیح از نسائی ودارمی ص ۴۲۰)

ف: کسی کو کچھ دے کر یا کسی کے ساتھ کچھ اچھا سلوک کر کے احسان جتلانا گناہ ہے، اگر کسی کو صدقہ دے دیا پھر احسان جتا دیا تو اس سے صدقہ کا ثواب ختم ہو جاتا ہے، قرآن مجید میں ارشاد ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَاتُبْطِلُوْا صَدَقٰتِکُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰی

(اے ایمان والو! اپنے صدقات کو احسان جتلا کر یا ایذاء پہنچا کر برباد مت

کرو) بہت سے لوگوں کو احسان جتانے کی عادت ہوتی ہے' ذرا سا کسی کے ساتھ کچھ سلوک کر دیا اور ہزاروں من کے احسان کے پہاڑ رکھ دیئے' جس کے ساتھ کچھ سلوک کر دیا تھا وہ پانی پانی ہو جاتا ہے اور افسوسناک کرتا ہے کہ کاش اس کم ظرف سے میں کچھ کام ہی نہ لیتا جو آج احسان کے بوجھ سے دبتا' غریب کو اس قدر فائدہ نہ پہنچتا جس قدر احسان جتانے سے ایذاء پہنچی' اور احسان جتانے والے کی باتوں سے سینہ چھلنی ہوا۔

اس حدیث مبارک میں فرمایا کہ احسان جتانے والا اور ماں باپ کو ستانے والا اور شراب کی عادت رکھنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا' یعنی یہ لوگ جنت کے اولین داخل ہونے والے لوگوں کی فہرست میں نہ ہوں گے اگر اسلام پر خاتمہ ہو گیا تو سزا بھگت کر کسی وقت جنت میں جا سکیں گے۔

احسان جتانے کے عموم میں سب آ گئے' رشتہ داروں کے ساتھ سلوک کر کے احسان جتائے یا غیر رشتہ داروں کے ساتھ یہ طریقہ اختیار کرے' بہر حال یہ حرکت بد ہے' اور گناہ ہے' جو جنت کے داخلہ سے روکنے والا ہے' اس سے پہلی حدیث میں گذر چکا ہے کہ ماں باپ کو ستانے کی سزا دنیا و آخرت دونوں جہان میں ملتی ہے' جو لوگ اس گناہ میں مبتلا ہیں توبہ کریں' ماں باپ سے معافی مانگیں اور آئندہ کیلئے عمل درست کریں' اور حسن سلوک کا برتاؤ رکھیں۔

اس حدیث میں شرابی کا بھی ذکر ہے' کہ اس کا یہ عمل جنت کے داخلہ سے روکنے والا ہے' جو لوگ اس حرام چیز کے پینے پلانے میں مبتلا ہیں وہ حدیث کے مضمون پر غور کریں' اور توبہ کریں۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ نشہ لانے والی ہر چیز حرام ہے' بیشک اللہ تعالیٰ

نے یہ عہد فرمالیا ہے کہ جو شخص نشہ والی چیز پیئے گا وہ اس کو ضرور طِينَةُ الْخَبَالْ سے پلائے گا' صحابہ نے عرض کیا' یارسول اللہ طِينَةُ الْخَبَالْ کیا ہے؟ فرمایا دوزخیوں کے (جلتے ہوئے) جسموں کا نچوڑ (مسلم)

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ میرے رب عزوجل نے قسم کھائی ہے کہ میرے بندوں میں سے جو بھی کوئی بندہ شراب کا ایک گھونٹ پیئے گا میں اس کو اسی قدر پیپ پلاؤں گا' اور جو بندہ میرے ڈر سے شراب چھوڑے گا میں اس کو پاکیزہ حوضوں سے (شراب طہور) پلاؤں گا' (رواہ احمد کمافی المشکوۃ)

فصل چہارم

ماں باپ کی موت کے بعد حسن سلوک اور ادائیگی حقوق کا اہتمام کس طرح کیا جائے؟

(۲۶) وَعَنْ اَبِیْ اُسَیْدِنِ السَّاعِدِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ بَیْنَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذْجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ بَنِیْ سَلِمَۃَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ھَلْ بَقِیَ مِنْ بِرِّ اَبَوَیَّ شَیْءٌ اَبَرُّھُمَا بَعْدَ مَوْتِھِمَا قَالَ نَعَمْ اَلصَّلٰوۃُ عَلَیْھِمَا وَالْاِسْتِغْفَارُ لَھُمَا وَاِنْفَاذُ عَھْدِھِمَا مِنْ بَعْدِ ھِمَا وَصِلَۃُ الرَّحِمِ الَّتِیْ لَاتُوْصَلُ اِلَّابِھِمَا وَاِکْرَامُ صَدِیْقِھِمَا۔

(رواہ ابوداؤد وابن ماجۃ کذافی المشکوٰۃ)

ترجمہ: حضرت ابواسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ قبیلہ بنی سلمہ کا ایک شخص آیا اور اس نے عرض کیا کہ یارسول اللہ کیا میرے ماں باپ کی وفات کے بعد (بھی) کوئی ایسی چیز باقی ہے جس کے ذریعہ میں ان کے ساتھ حسن سلوک کروں؟ آپؐ نے فرمایا ہاں! (یہ چیزیں باقی ہیں) (۱) ان کے لئے رحمت کی دعاء کرنا (جس میں نماز جنازہ بھی شامل ہے) (۲) ان کیلئے مغفرت کی دعاء کرنا (۳) ان کے بعد اس عہد کو نافذ کرنا جس کو وہ انجام دینا چاہتے تھے (۴) وہ صلہ رحمی کرنا جو صرف ماں باپ کے تعلق سے ہو اور ان کی رضا کیلئے ہو (۵) ان سے محبت اور میل جول رکھنے والوں کا اکرام کرنا"۔ (مشکوٰۃ المصابیح ۴۲۰ از ابوداؤد ابن ماجہ)

ف: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ماں باپ کی موت کے بعد بھی ان کے ساتھ حسن سلوک کرتے رہنا چاہئے، یعنی ایسے کام کرے جن سے ان کو نفع پہنچے اور اطلاع ہو تو ان کی روح خوش ہو۔

سائل کے سوال پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ کام ایسے بتائے جن کو ماں باپ کے بعد انجام دیا جائے تو ان کے ساتھ حسن سلوک میں شمار ہونگے:۔

اول یہ کہ ان کے لئے رحمت کی دعاء کی جائے، دوم ان کیلئے مغفرت کی دعاء کی جائے، مثلاً یہ دعاء کیا کرے رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وغیرہ، سوم ان کے اس عہد کو نافذ کرے جس کو وہ انجام دینا چاہتے تھے، اس کا مفہوم وسیع ہے، خصوصیت کے ساتھ ان کی وصیت نافذ کی جائے جو انہوں نے موافق شریعت اپنے ترکہ سے حج بدل یا صدقہ خیرات کیلئے کی ہو، یا کسی غیر وارث کو کچھ دینے کو کہا ہو اس میں ہرگز کوتاہی نہ کی جائے، مرنے والے کی تجہیز و تکفین اور تدفین کے مصارف اور ادائے قرضہ جات کے بعد جو مال بچے اس کے ۱/۳ میں میت کو وصیت کرنے کا پورا پورا حق ہے، اگر کسی نے وصیت کی ہو تو وارثوں پر واجب ہے کہ اس کو پورا کریں، البتہ اگر کسی گناہ میں مال خرچ کرنے کی وصیت کی ہو تو اس کا پورا کرنا گناہ ہے۔

بہت سے لوگ ماں باپ کی وصیت پوری نہیں کرتے، ان کی وصیت کے مطابق جس قدر مال خرچ کرنا چاہئے یا تو اس پورے مال کو دبا لیتے ہیں، یا تھوڑا بہت خرچ کرکے دکھلاوا کرتے ہیں کہ ہم نے وصیت پوری کردی، یہ سراسر ظلم اور زیادتی ہے، وصیت کے مال کو دبانا حرام ہے، اور اس کو اپنے کام میں لانا بھی حرام ہے، جب شریعت مطہرہ نے ۲/۳ وارثوں کو دلا دیا تو ۱/۳ میں وصیت نافذ کرتے ہوئے دل چھوٹا کرنا اور کنجوسی کا مظاہرہ کرنا وصیت کرنے والے پر بھی ظلم ہے اور

اپنی ذات پر بھی، چاہئے تو یہ تھا کہ اگر ماں باپ وصیت نہ کرتے اور ترکہ میں کچھ بھی نہ چھوڑتے تب بھی شریعت کے مطابق ان کیلئے اپنے پیسہ سے ایصال ثواب کرتے۔لیکن جب انہوں نے مال چھوڑا اور وصیت بھی کی تو اس صورت میں وصیت نافذ نہ کرنا یا وصیت کے مطابق پورا مال خرچ نہ کرنا بہت بڑی قطع رحمی ہے۔

حدیث میں الفاظ اِنْفَاذُ عَھْدِھِمَا وارد ہوا ہے، عہد وصیت مالی کے علاوہ دوسری وصیتوں کو بھی شامل ہے، مثلاً انہوں نے کہا کہ میرے فلاں بچہ کو حفظ قرآن کرادینا، اور فلاں بچہ جس نے حفظ کرلیا ہے اس کو عالم دین بنادینا، یا فلاں لڑکی کی شادی فلاں دیندار سے کردینا، یا یہ وصیت کی کہ ہمارے فلاں بہن یا بھائی کے لڑکے یا لڑکی سے شادی کرلینا، یا چھوٹے بہن بھائی کو ان کے یہاں بیاہ دینا اس سب کے مطابق عمل کیا جائے، بلکہ اگر کسی بات کی وصیت نہیں کی مگر اندازہ ہے کہ ان کی خواہش تھی یہ کام اس طرح ہوجائے تب بھی کردینا چاہئے، البتہ خلاف شرع کوئی کام جائز نہیں ہے،

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جو چند کام ایسے بتائے ہیں جن پر عمل پیرا ہونے سے ماں باپ کی موت کے بعد حسن سلوک کا سلسلہ جاری رہ سکتا ہے ان میں چوتھے نمبر پر فرمایا کہ وَصِلَةُ الرَّحِمِ الَّتِیْ لَا تُوْصَلُ اِلَّا بِھِمَا یعنی صلہ رحمی کرنا جو صرف ماں باپ کے تعلق کی وجہ سے ہو، اور ان کی رضا کیلئے ہو، اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کے اصل رشتہ دار تو ماں باپ ہی ہیں، جن سے وہ پیدا ہوا ہے اور دوسری رشتہ داریاں انہی کے رشتہ کی وجہ سے پیدا ہوئیں، ماں کا بھائی ماموں ہے، اور اس کی بہن خالہ ہے، اور باپ کا بھائی چچا ہے اور اس کی بہن پھوپھی، اور باپ کے ماں باپ دادی دادا اور ماں کے ماں باپ نانی نانا ہیں، اور ان رشتہ داروں کے

ذریعہ قریب اور دور تک بہت سے رشتے نکلتے چلے جاتے ہیں، ان سب رشتوں کا واسطہ ماں باپ ہی ہیں، ان سب رشتہ داروں کے ساتھ درجہ بدرجہ اور حسب قوت وقدرت حسن سلوک کرنا دینی کاموں میں بہت اہم کام اور افضل عمل ہے، رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک اور صلہ رحمی کرے، اس میں والدین کے تعلق کا خیال رکھے، کہ یہ لوگ میرے ماں باپ کے رشتہ دار ہیں، میں ان کے ساتھ حسن سلوک کروں گا تو ان کو خوشی ہوگی اور وہ مجھ سے راضی ہونگے، حسن سلوک تو انسان بہت سی مخلوق کے ساتھ کرتا ہے، لیکن ماں باپ کے رشتہ داروں کے ساتھ خصوصیت کے ساتھ ماں باپ کے رشتہ کے پیش نظر حسن سلوک کرے۔

پانچویں نمبر پر فرمایا وَاِکْرَامُ صَدِیْقِھِمَا یعنی ماں باپ سے میل جول رکھنے والوں کا اکرام کیا جائے، یعنی حسب توفیق ان کی مالی مدد کرے، ان سے ملاجلا کرے، مالی مدد کے علاوہ ان کو کسی دوسری خدمت کی ضرورت ہو جو شرعاً جائز ہو تو وہ بھی انجام دے، اور یہ نیت کرے کہ یہ میرے ماں باپ سے میل محبت رکھتے تھے، ان کے تعلقات کو برقرار رکھنا اور ان کے ساتھ حسن سلوک کا برتاؤ کرنا میرے ماں باپ کی خوشی کا باعث ہوگا۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ اِنَّ مِنْ اَبَرِّ الْبِرِّ صِلَةُ الرَّجُلِ اَھْلَ وُدِّ اَبِیْهِ بَعْدَ اَنْ یُّوَلِّیَ، یعنی سب سے بڑے حسن سلوک میں سے ایک یہ بات بھی ہے کہ باپ کی غیر حاضری میں (خواہ وہ وفات پاگیا ہو خواہ کہیں سفر میں چلا گیا ہو) اس کے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے (رواہ مسلم)

رشتہ داروں کی صلۂ رحمی کا ذکر فرمانے کے بعد جو اکرام صدیقھما فرمایا اس میں یہ بتایا ہے کہ رشتہ داروں کے علاوہ جو لوگ ماں باپ سے میل محبت رکھتے

تھے ان کے ساتھ اکرام واحترام کا معاملہ کیا جائے اور خدمت وحسن سلوک کا برتاؤ کیا جائے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تو یہاں تک خیال فرماتے تھے کہ جب کوئی بکری ذبح فرماتے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سہیلیوں کو پورے پورے اعضاء مثلاً پوری ران پورا دست بھجوایا کرتے تھے، (جبکہ حضرت خدیجہؓ کی وفات کو برسوں گزر چکے تھے) (بخاری، مسلم)

چونکہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بہت ہی غمگساری کے ساتھ، ساتھ دیا تھا اس لئے آپ ﷺ کو ان کا بہت خیال رہتا تھا، اگر وہ نہیں ہیں تو ان کی سہیلیوں ہی کے ساتھ حسن سلوک کر دیا، یہ محبت کی نباہ اور وفاداری کی بہت بڑی مثال ہے کہ موت کے بعد بھی دلداری کا خیال رکھا، عالم برزخ میں جب اطلاع ہوگی کہ میری نسبت سے کسی کو ھدیہ دیا تو روح کو بڑی خوشی ہوگی۔

ایک سفر میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قریب سے ایک اعرابی یعنی دیہات کا رہنے والا گزرا، اس اعرابی کا والد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دوست تھا، اس کو پہچان کر حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس کو سواری کا ایک گدھا دے دیا، اور سر سے پگڑی اتار کر عنایت فرما دی بعض ساتھیوں نے عرض کیا کہ کیا اس کو دو درہم دے دینا کافی نہ تھا؟ حضرت ابن عمرؓ نے جواب دیا (اعرابی کی حیثیت دیکھنا نہیں ہے، اپنے والد کی پاسداری منظور ہے) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اپنے والد کی دوستی کا خیال رکھنا، اس کو مت کاٹنا ورنہ اللہ تعالیٰ تیرا نور بجھا دے گا۔

(الادب المفرد للبخاری)

ماں باپ کیلئے دعاء کرنا

(۲۷) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهٗ اِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ اِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِیَةٍ اَوْ عِلْمٍ یُنْتَفَعُ بِهٖ اَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ یَدْعُوْلَهٗ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے سب اعمال ختم ہوجاتے ہیں، لیکن تین چیزوں کا نفع پہنچتا رہتا ہے (۱) صدقہ جاریہ (۲) ایسا علم جس سے لوگ نفع حاصل کرتے ہوں (۳) نیک اولاد جو اس کیلئے دعاء کرتی ہو۔ (مشکوٰۃ المصابیح، ص۳۲ از مسلم)

ف: جب تک آدمی زندہ رہتا ہے خود نیکیاں کماتا ہے، اور اپنے لئے آخرت میں ذخیرہ جمع کرتا رہتا ہے، لیکن جب موت آجاتی ہے تو اعمال ختم ہوجاتے ہیں اور ثواب جاری رہنے کا سلسلہ بھی ختم ہوجاتا ہے البتہ تین چیزیں ایسی ہیں جو اس کے عمل کا نتیجہ ہیں، اور ان کا ثواب موت کے بعد بھی جاری رہتا ہے:۔

اول: صدقہ جاریہ کا ثواب برابر جاری رہتا ہے، صدقہ جاریہ اس کو کہتے ہیں جس کا نفع وقتی طور پر ختم نہ ہوجائے، بلکہ اس سے لوگ منتفع ہوتے رہیں، اور صدقہ کرنے والے کو ثواب ملتا رہے، مثلاً کوئی مسجد بنوادی، دینی مدرسہ کی تعمیر میں حصہ لے لیا، کسی دار العلوم میں تفسیر وحدیث اور فقہ وفتاویٰ کی کتابیں وقف کردیں، کہیں کنواں کھدوادیا، مسافر خانہ بنوادیا، یا کوئی ایسا کام کردیا جس سے عوام وخواص کو نفع ہوتا رہے، ایک آدمی اس طرح کے کسی کام میں پیسہ خرچ کر کے جن کا ذکر اوپر ہوا

قبر میں چلا گیا لوگ اس کے صدقہ وخیرات سے منتفع ہو رہے ہیں اور اس کے نامہ اعمال میں برابر ثواب لکھا جا رہا ہے' اور درجات بلند ہو رہے ہیں' جہاں تک ہو زندگی میں کوئی ایسا کام ضرور کر دینا چاہئے۔

دوم: وہ علم جس سے نفع اٹھایا جاتا ہو' یہ بھی وہ چیز ہے جس کا ثواب موت کے بعد جاری رہتا ہے' کسی کو قرآن مجید حفظ یا ناظرہ پڑھا دیا' کسی کو نماز سکھا دی' کسی کو مولوی بنا دیا' کوئی دینی کتاب لکھ دی' یا اپنے پیسہ سے شائع کر دی' یہ علمی صدقہ جاریہ ہے' قرآن پڑھنے والا جب تک قرآن مجید پڑھے گا یا پڑھائے گا پھر اس کے شاگرد اور شاگردوں کے شاگرد پڑھائیں گے' مولوی صاحب تفسیر وحدیث پڑھائیں گے مسئلہ بتائیں گے' لوگ ان سے مستفید ہوں گے اور آگے ان کے شاگرد اور شاگردوں کے شاگرد علم پھیلائیں گے' جس کو نماز سکھا دی وہ نماز پڑھتا رہے گا اور دوسروں کو سکھائے گا تو اس سب کا ثواب صدیوں تک اس شخص کو ملتا رہے گا' جس نے دینی علم کو آگے بڑھایا یا آگے بڑھانے کا ذریعہ بن گیا' جتنے لوگ اس کا ذریعہ اور واسطہ بنتے جائیں گے ان سب کو ثواب ملتا رہے گا اور کسی کے ثواب میں کمی نہ ہوگی۔

سوم: نیک اولاد جو دعا کرتی ہو اس کی دعاء کا فائدہ بھی والدین کو پہنچتا رہتا ہے، دعاء میں تو کچھ جان مال خرچ نہیں ہوتا' وقتاً فوقتاً اگر والدین کیلئے دعاء مغفرت اور دعاءِ رفع درجات کر دی جائے تو والدین کو بہت بڑا نفع پہنچتا رہے گا' اور اولاد کا کچھ بھی خرچ نہ ہوگا' اولاد کی پیدائش کا ذریعہ بننا اور اس کو پالنا پوسنا چونکہ والدین کا عمل ہے' اور والدین کی پرورش کے بعد اولاد دعاء کے قابل ہوئی' اس لئے اولاد کی دعاء کو بھی مرنے والے کے اعمال میں شمار کر لیا گیا اور

صدقہ جاریہ قرار دے دیا گیا' اگر اولاد کو محنت اور کوشش کر کے نیکی پر ڈال دے تو وہ جو نیک اعمال کرے گی ان کا ثواب بھی ماں باپ کو ملے گا' اور اولاد کے ثواب میں کچھ بھی کمی نہ ہوگی' اولاد کے علاوہ جو بھی کوئی شخص کسی کیلئے دعاء کرے گا اس کا نفع پہنچے گا' لیکن اولاد کا خصوصی ذکر اس لئے فرمایا کہ اولاد کو اس قابل بنانے میں ماں باپ کی محنت اور کوشش کو دخل ہے' اس لئے اولاد کی دعاء انہی کے اعمال میں شمار کی گئی۔

ماں باپ کیلئے دعاء اور استغفار کرنے کی وجہ سے نافرمان اولاد کو فرماں بردار لکھ دیا جاتا ہے

(۲۸) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَ لَیَمُوْتُ وَالِدَاہُ اَوْ اَحَدُھُمَا وَاِنَّہٗ لَعَاقٌّ فَلَایَزَالُ یَدْعُوْلَھُمَا وَیَسْتَغْفِرُ لَھُمَا حَتّٰی یَکْتُبَہُ اللّٰہُ بَارًّا' رواہ البیھقی فی شعب الایمان'

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ (ایسا بھی ہوتا ہے) کہ بندہ کے ماں باپ وفات پا جاتے ہیں یا دونوں میں سے ایک فوت ہو جاتا ہے اس حال میں کہ یہ شخص ان کی زندگی میں ان کی نافرمانی کرتا رہا اور ستاتا رہا' اب موت کے بعد ان کیلئے دعا کرتا رہتا ہے اور ان کیلئے استغفار کرتا رہتا ہے' یہاں تک کہ اللہ جل شانہ اس کو ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنیوالوں میں لکھ دیتے ہیں۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۲۱ از بیہقی)

ماں باپ کیلئے دعائے مغفرت کرنے سے ان کے درجات بلند ہوتے ہیں

(۲۹) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ یَرْفَعُ الدَّرَجَةَ لِلْعَبْدِالصَّالِحِ فِی الْجَنَّةِ فَیَقُوْلُ یَا رَبِّ اَنّٰی لِیْ هٰذِهٖ فَیَقُوْلُ بِاسْتِغْفَارِ وَلَدِکَ لَکَ، رواہ احمد)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بلاشبہ اللہ جل شانہ جنت میں نیک بندہ کا درجہ بلند فرمادیتے ہیں، وہ عرض کرتا ہے کہ اے رب! یہ درجہ مجھے کہاں سے ملا ہے؟ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہوتا ہے کہ تیری اولاد نے جو تیرے لئے مغفرت کی دعاء کی یہ اس کی وجہ سے ہے۔"

(مشکوۃ المصابیح، ص ۵۔۶ از احمد)

ف: ان روایات سے معلوم ہوا کہ ماں باپ کیلئے دعاء کرنا بہت بڑا حُسن سلوک ہے، اور یہ حُسنِ سلوک ایسا ہے کہ جو موت کے بعد بھی جاری رکھا جاسکتا ہے، کم سے کم ہر فرض نماز کے بعد ماں باپ کیلئے دعاء کردیا کرے اس میں کچھ خرچ بھی نہیں ہوتا، اور ان کو بہت فائدہ پہنچ جاتا ہے۔

استغفار یعنی گناہوں کی بخشش کی دعا، بہت مبارک اور مفید عمل ہے اس سے گناہ بھی معاف ہوتے ہیں اور عبادات میں جو کوتاہی ہوجائے اس کی بھی تلافی ہوتی رہتی ہے۔ دینی و دنیاوی مشکلات حل ہوتی ہیں اور پریشانیاں دور ہوتی ہیں، والدین اور اساتذہ اور مشائخ جو دنیا سے چلے گئے ان کیلئے استغفار کیا جائے تو ان

کے لئے نفع عظیم کا باعث ہے۔

حدیث نمبر ۲۹ سے معلوم ہوا کہ اللہ جل شانہ نیک بندہ کا جنت میں درجہ بلند فرمادیتے ہیں، تو وہ تعجب سے پوچھتا ہے کہ اے رب یہ درجہ مجھے کہاں سے ملا ہے؟ جواب میں ارشاد ہوتا ہے کہ تیری اولاد نے جو تیرے لئے استغفار کیا اس کی وجہ سے تیرا یہ درجہ بلند ہوا۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ بلاشبہ اللہ جل شانہ قبروالوں پر زمین والوں کی دعاء کی وجہ سے پہاڑوں کی برابر (رحمت ومغفرت) داخل فرماتے ہیں، اور بے شک مردوں کیلئے زندہ کا ہدیہ یہ ہے کہ ان کیلئے استغفار کریں۔

(مشکوۃ المصابیح ص ۲۰۶، از بیہقی فی شعب الایمان)

ماں باپ کیلئے استغفار کرتے رہنے کا بڑا فائدہ یہ ہے کہ اگر زندگی میں ان کو ستاتا رہا تو استغفار کرتے رہنے کی وجہ سے حسن سلوک کرنیوالوں میں لکھ دیا جائے گا، اور اگر ان کے حقوق میں کوتاہی اور غفلت ہوگئی ہوگی تو اس کی تلافی ہوجائے گی، رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ.

تنبیہ: ماں باپ کی قبر پر بھی جاتے رہنا چاہئے، وہاں جاکر عبرت حاصل کرے اور موت کو یاد کرے، اور قبر کے حالات کا مراقبہ کرے، اور والدین کیلئے کچھ نہ کچھ پڑھ کر ایصال ثواب کرے، البتہ عورت کو قبرستان میں جانے سے روکنا چاہئے اور مرد بھی بدعتوں سے اور شرکیہ کاموں سے بالکل پرہیز کریں۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جس نے ہر جمعہ کو اپنے والدین کی یا دونوں میں سے ایک کی قبر کی زیارت کی تو اس کی مغفرت کردی جائے گی۔ اور ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنے والوں میں لکھ دیا جائے گا۔

(در منثور ص ۱۷۴ ج ۴ از بیہقی وابن ابی الدنیا)

اور واضح رہے کہ زیارت قبور مستقل ایک عمل ہے، اور ایصال ثواب علیحدہ چیز ہے، یعنی ایک دوسرے پر موقوف نہیں، ایصال ثواب گھر سے بھی کیا جا سکتا ہے۔

ماں باپ کی طرف سے صدقہ کرنا

(۳۰) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اُمِّيْ تُوُفِّيَتْ وَلَمْ تُوْصِ اَفَيَنْفَعُهَا اَنْ اَتَصَدَّقَ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ (اخرجه البخاری فی الادب المفرد باب برالوالدین بعد موتهما.)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ بیشک میری والدہ کی وفات ہوگئی ہے اور اس نے (صدقہ وخیرات کی) وصیت نہیں کی، اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کردوں تو کیا اس کو نفع دے گا؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ (الادب المفرد للبخاری، ص ۲۱)

ف: مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ میری والدہ کی وفات ہوگئی (ان کی طرف سے صدقہ کرنا چاہتا ہوں تو ارشاد فرمائیے) کونسا صدقہ افضل ہے؟ آپؐ نے فرمایا پانی (کا صدقہ کردینا افضل ہے) لہذا حضرت سعدؓ نے ایک کنواں کھود دیا اور ایصال ثواب کیلئے وقف کر کے فرمایا کہ سعد کی ماں کیلئے ہے۔ (عن ابی داؤد، ص ۱۶۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ ایک شخص نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میری والدہ کا اچانک انتقال ہوگیا اور میرا خیال

ہے کہ اگر (اس کو بولنے کا موقع ملتا اور) بات کرتی تو صدقہ کردیتی، تو کیا اس کو ثواب ملے گا اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کردوں؟ آپؐ نے فرمایا ہاں (اس کو ثواب ملے گا) (مشکوٰۃ، ص ۱۷۱ از بخاری ومسلم)

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ والدین کی طرف سے صدقہ کر کے ثواب پہنچاتے رہنا چاہئے، اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے معلوم ہوا کہ مستقل طور پر پانی کا انتظام کردینا افضل ہے کیونکہ پانی ساری مخلوق کے کام آتا ہے اور اس سے طرح طرح کی دنیاوی حاجتیں اور دینی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں، اس لئے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کنواں کھود کر والدہ کے ایصال ثواب کیلئے وقف کردیا، اور اپنی والدہ کیلئے صدقہ جاریہ کا مستقل انتظام کر کے ثواب عظیم کا ذریعہ بن گئے، پہلے زمانہ میں کنویں کی اہمیت بہت تھی، اور دیہات وقصبات اور جنگلوں میں اب بھی اس کی بہت ضرورت رہتی ہے، اور شہروں میں سرکاری نلوں سے پانی ملتا ہے پس اگر کوئی شخص کسی مسجد یا مدرسہ یا مسافرخانہ میں پانی کی ٹنکی بنوادے یا نل لگوادے، یا پانی کا بل ادا کرنے کا انتظام کردے تو یہ بھی پانی کے صدقہ میں شمار ہوگا اور بہت بڑے ثواب کا باعث ہوگا، بلکہ شہروں میں بھی خصوصاً مساجد ومدارس میں اب بھی کنواں کھدوادینا مناسب ہے، سرکاری نل خراب ہوجاتے ہیں، یا پانی کی قلت ہوجاتی ہے تو ان کنوؤں سے کام چلتا ہے، اگر مساجد ومدارس اور عام گذرگاہوں پر ہاتھ سے پانی نکالنے والا نل لگوادیا جائے تو یہ بہت بہتر ہے، اس سے پانی لینے کیلئے ڈول رسی کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔

تنبیہ: اگر ماں باپ پر قرض ہو اور انہوں نے اس کیلئے مال جائیداد چھوڑی ہو تو ان کا قرضہ ادا کرنا فرض ہے، اگرچہ وارثوں کیلئے ایک پیسہ بھی نہ بچے، قرضدار

نے وصیت کی ہو یا نہ کی ہو اگر وصیت کی ہو تو اس کی فرضیت اور زیادہ موکد ہو جائے گی، اگر ماں باپ نے مال نہ چھوڑا ہو تب بھی اولاد کو چاہئے کہ ماں باپ کا قرضہ ادا کردے، یہ بہت بڑا حسن سلوک ہے، کہ آخرت کے مواخذہ سے ان کی جان چھڑا دی جائے، بلکہ ان کی طرف سے قرضہ ادا کردینا ان کی طرف سے صدقہ کردینے سے افضل ہے۔

حضرت امام اوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ جس نے زندگی میں اپنے ماں باپ کو ستایا، پھر ان کی طرف سے قرضہ ادا کردیا، جو ان کے ذمہ تھا، اور ان کے لئے مغفرت کی دعاء کی، اور ان کی طرفداری کرتے ہوئے کسی کو گالی نہ دی، تو اس کو حسن سلوک کرنے والوں میں لکھ دیا جائے گا اور جس نے زندگی میں ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کیا پھر وہ قرض ادا نہ کیا جو ان کے ذمہ تھا اور ان کیلئے استغفار نہ کیا اور ان کی طرفداری میں گالی گلوچ کا کام کیا تو والدین کو ستانے والا لکھ دیا جائے گا۔ (در منثور، ص ۱۷۴ ج ۴)

ماں باپ کی طرف سے حج یا عمرہ کرنا

(۳۱) وَعَنْ اَبِیْ رَزِیْنِ نِ الْعُقَیْلِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ اَبِیْ شَیْخٌ کَبِیْرٌ لَا یَسْتَطِیْعُ الْحَجَّ وَلَا الْعُمْرَۃَ وَلَا الظَّعْنَ قَالَ حُجَّ عَنْ اَبِیْکَ وَ اعْتَمِرْ، (رواہ الترمذی و ابوداؤدو النسائی وقال الترمذی ھذا حدیث حسن صحیح کذافی المشکوٰۃ)

ترجمہ: حضرت ابورزین عقیلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ حضور

اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ بلاشبہ میرے والد بہت بوڑھے آدمی ہیں، جو حج یا عمرہ کرنے کی طاقت اور قوت نہیں رکھتے، اور نہ سفر کرسکتے ہیں، (اگر میں ان کی جانب سے حج کرلوں تو اس بارے میں کیا ارشاد ہے؟) آپ نے فرمایا تم اپنے باپ کی طرف سے حج کرو اور عمرہ کرو"۔ (مشکوٰۃ المصابیح، ص ۲۲۲ از ترمذی، ابوداؤد، نسائی)

(۳۲) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ اِنَّ امْرَاَۃً مِّنْ خَثْعَمَ قَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ فَرِیْضَۃَ اللّٰہِ عَلٰی عِبَادِہٖ فِی الْحَجِّ اَدْرَکَتْ اَبِیْ شَیْخًا کَبِیْرًا لَایَثْبُتُ عَلَی الرَّاحِلَۃِ اَفَاَحُجُّ عَنْہُ قَالَ نَعَمْ وَذٰلِکَ فِیْ حَجَّۃِ الْوَدَاعِ، (رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ قبیلۂ بنی خثعم کی ایک عورت نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا فریضہ جو اس کے بندوں پر حج سے متعلق ہے اس نے میرے والد کو اس حال میں پایا ہے کہ وہ بہت بوڑھے ہیں، جو سواری پر پوری طرح نہیں بیٹھ سکتے، کیا میں ان کی طرف سے حج کرلوں؟ آپ نے فرمایا ہاں (ان کی طرف سے حج کرلو) یہ واقعہ حجۃ الوداع کا ہے"۔ (مشکوٰۃ المصابیح، ص ۲۲۲ از بخاری ومسلم)

ف: ان دونوں حدیثوں سے ماں باپ کی طرف سے حج بدل کرنے کی اہمیت اور فضیلت معلوم ہوئی، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جس طرح دوسرے کی جانب سے حج بدل کرسکتا ہے اسی طرح عمرہ بھی بدلہ میں ادا کیا جاسکتا ہے۔

نیز **حدیث نمبر ۳۲** سے معلوم ہوا کہ عورت مرد کی طرف سے حج کرسکتی ہے (اور جب عورت مرد کی طرف سے حج کرسکتی ہے جو ضعیف ہے تو مرد بطریق اولیٰ

عورت کی طرف سے حج کر سکتا ہے) ان دونوں حدیثوں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس کی طرف سے حج یا عمرہ کیا جائے اس کا میت ہونا ضروری نہیں ہے' بلکہ زندہ کی طرف سے بھی حج اور عمرہ ہوسکتا ہے' بدلہ میں جو حج یا عمرہ کیا جائے اس میں صرف اتنی بات زیادہ ہوتی ہے کہ احرام باندھتے وقت اس کی جانب سے حج یا عمرہ ادا کرنے کی نیت کر لیتے ہیں' جس کی طرف سے حج یا عمرہ کرنا ہے' باقی سب اعمال اسی طرح ادا کئے جاتے ہیں جیسے اپنی طرف سے حج یا عمرہ ادا کرنے میں ادا ہوتے ہیں' جن حضرات کو بار بار سرزمین حجاز میں آنا ہوتا ہے' یا مستقل طور پر یہاں مقیم ہیں ان کیلئے تو بہت آسانی ہے' کہ اپنا حج فرض ادا کر کے والدین کی طرف سے حج کریں بلکہ متعدد بار ان کی طرف سے حج بدل کر سکتے ہیں' اسی طرح ان کی طرف سے بہت سے عمرے بھی ادا کر سکتے ہیں' نفلی طور پر کسی کی طرف سے حج یا عمرہ کرنے کیلئے نہ وکیل بنانے کی ضرورت ہے' نہ اجازت لینے کی' نہ ان کو اطلاع دینے کی' البتہ اگر زندہ ہوں تو ان کو اطلاع دینا بہتر ہے تا کہ ان کا دل خوش ہو اور دعائیں دیں۔

اگر ماں باپ میں سے کسی پر حج فرض ہوا تھا جو کسی وجہ سے زندگی میں ادا نہ کر سکے اور اولاد کو وصیت کی کہ ہمارے مال سے ہماری طرف سے حج کر لینا یا کسی سے حج کرا دینا' تو اولاد پر یا جس کے قبضہ میں مال ہو اس پر فرض ہوگا کہ ان کے فریضہ کی ادائیگی کے لئے حج بدل کرا دیں' لیکن یہ وصیت میت کے کفن دفن کے اخراجات اور ادائے قرضہ جات کے بعد جو مال بچے اس کے تہائی حصہ میں نافذ ہوگی' باقی دو تہائی وارثوں پر تقسیم ہوگا' اگر تہائی حصہ میں اخراجات پورے نہ ہوسکیں اور بالغ وارث اپنے میراث کے حصے سے مزید دے کر حج بدل کرا دیں تو بہت

بڑی سعادت کی بات ہے' اگر یہ لوگ مزید مال نہ ملائیں تو اصول کے مطابق وصیت نافذ کرنے کیلئے جس قدر رقم میت کے مال سے علیحدہ کی جا سکتی ہے (جس کا اوپر ذکر ہوا) اس رقم کو خرچ کرنے سے جہاں سے آدمی بھیج کر حج ہوسکتا ہو وہاں سے حج کرا دیں' جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا وصیت صرف ترکہ کے ۱/۳ حصہ میں نافذ ہوسکتی ہے' حج بدل کی وصیت ہو یا صدقہ خیرات کرنے کی یا کسی غیر وارث کو کچھ مال و جائیداد دینے کی یا مختلف مواقع میں خرچ کرنے کی بہر حال ۱/۳ میں نافذ کی جائے گی' میراث پانے والے رشتہ دار یا وہ لوگ جن کے قبضہ میں وصیت کرنے والے کا مال ہو اگر اس کا ۱/۳ وصیت کے مطابق خرچ نہ کریں گے اور اصل کو خود دبا لیں گے یا وصیت کے خلاف کسی کام میں خرچ کر دیں گے تو ان کا یہ فعل حرام ہوگا' اور حرام کھانے اور حرام مال اپنے کام میں لانے کے گنہگار ہونگے۔

بہت سے لوگ ماں باپ کی وصیت کے باوجود ان کی طرف سے حج نہیں کراتے اور سارا مال سمیٹ لیتے ہیں' یہ بالکل حرام ہے' اور بعض لوگ مکہ میں کسی معلم کو حج بدل کے نام سے سو دو سو ریال دے کر اپنے نفس کو فریب میں مبتلا کر دیتے ہیں کہ ہم نے ماں باپ کی طرف سے وصیت کے مطابق حج فرض ادا کرا دیا ایسا کرنے سے وصیت پوری نہیں ہوتی اور یہ احتمال باقی رہتا ہے کہ میت کی طرف سے کسی نے حج کیا ہی نہ ہو' اہل تجربہ نے بتایا ہے کہ معلمین حضرات دو چار سو ریال میں تنہا ایک شخص کی جانب سے حج نہیں کراتے' معلوم ہوا ہے کہ بہت سے لوگ جو تھوڑی بہت رقم حج بدل کے نام سے دیتے ہیں' اس سب کو جمع کر کے کسی ایک شخص سے حج کرا دیتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ ان سب کو ثواب پہنچا دے' اس طرح کسی کا بھی حج فرض ادا نہیں ہوتا' خوب سمجھ لیں۔

جس شخص پر حج فرض ہوا اور وہ زندگی میں حج نہ کر سکا' اور اس نے حج بدل کی وصیت کی تو اس کی جانب سے اس کے شہر یا بستی سے جس میں وہ رہتا تھا کسی کو حج بدل کیلئے روانہ کرنا ضروری ہے' یعنی سفر کی ابتداء وہیں سے ہو جہاں سے مرحوم حج کیلئے روانہ ہوتا اور اسی میقات سے حج کرایا جائے جو مرحوم کے سفر کی میقات ہوتی' جب ترکہ کا ۲/۳ شریعت نے وارثوں کیلئے اس طرح مخصوص کر دیا کہ ۱/۳ سے زائد کی وصیت بھی مرحوم کی نافذ نہیں ہو سکتی (اِلّا یہ کہ ورثہ اجازت دیں) تو انصاف کا تقاضا ہے کہ جس نے ترکہ میں مال چھوڑا ہے اس کی وصیت سے زیادہ خرچ نہیں کرتے تو ۱/۳ کے اندر تو اس کی وصیت نافذ کر ہی دیں' اگر ماں باپ پر حج فرض تھا لیکن کسی وجہ سے انہوں نے حج نہیں کیا اور حج بدل کی وصیت بھی نہیں کی تب بھی ان کی طرف سے اولاد کو اپنا حج فرض ادا کرنے کے بعد خود حج کر لینا چاہئے یا کسی دوسرے کو بھیج کر حج کرا دیں' اللہ جل شانہ سے امید ہے کہ ایسا کرنے سے ان کا حج فرض قبول فرما لیں گے اور یہ اولاد کا ماں باپ کے ساتھ بہت بڑا احسن سلوک ہوگا اور بہترین صلۂ رحمی ہوگی' اگر ماں باپ پر حج فرض نہ ہوا تھا اور اللہ نے اولاد کو مال دے دیا تب بھی اپنا حج فرض ادا کر کے ماں باپ کی طرف سے حج بدل کر لینا یا کسی دوسرے سے حج کرا دینا افضل ہے' دنیا چند روزہ ہے اور مال بھی ہمیشہ پاس نہیں رہتا' نیکی کا جو موقع ہاتھ آئے کر گزریں' آخرت کے معاملے میں کنجوسی کرنا بڑی بیوقوفی ہے' ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہ ایک حج (بدل) کی وجہ سے تین شخصوں کو جنت میں داخل فرماتے ہیں۔ (۱) میت (جسکی طرف سے حج کرایا جائے (۲) میت کی طرف سے حج کرنے والا (۳) حج کرانے والا (جو میت کے مال سے اس کی وصیت کے مطابق یا اپنے مال سے اس کی طرف سے حج کرا رہا ہے)

ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص اپنے والدین کی طرف سے ان کی موت کے بعد حج کرے اس کیلئے جہنم کی آگ سے خلاصی ہے' اور والدین کیلئے پورا حج لکھا جاتا ہے اور اس کے ثواب میں کمی نہیں آتی اور کسی اپنے قریبی رشتہ دار کیلئے اس سے بڑھ کر صلۂ رحمی نہیں کہ اس کے مرنے کے بعد اس کی طرف سے حج کر کے اس کی قبر میں ثواب پہنچائے۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص کسی کی طرف سے حج کرے اس حج کرنے والے کو بھی اتنا ہی ثواب ملتا ہے جتنا اس شخص کو ملتا ہے جس کی طرف سے حج کیا جاتا ہے۔ (یہ سب روایات فضائل حج میں کنز العمال سے نقل کی ہیں)

فصل پنجم

ماں باپ کے علاوہ دوسرے رشتہ داروں سے حسن سلوک کرنے کا حکم

(۳۳) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَعَلَّمُوْا مِنْ اَنْسَابِکُمْ مَاتَصِلُوْنَ بِهٖ اَرْحَامَکُمْ فَاِنَّ صِلَةَ الرَّحِمِ مَحَبَّةٌ فِی الْاَهْلِ مَثْرَاةٌ فِی الْمَالِ مَنْسَاةٌ فِی الْاَثَرِ رواه الترمذی وقال هذا حدیث غریب کذافی مشکوٰة المصابیح)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے (خاندانی) نسبوں کو معلوم کرو، جن (کے جاننے) سے تم اپنے عزیزوں کے ساتھ صلۂ رحمی کرسکو گے، کیونکہ صلۂ رحمی خاندان میں محبت کا ذریعہ بنتی ہے اور صلۂ رحمی مال بڑھنے کا سبب ہے اور اس کی وجہ سے عمر زیادہ ہوجاتی ہے" (مشکوٰۃ المصابیح، ص ۴۲۰ از ترمذی)

ف: اس حدیث پاک میں اول تو یہ حکم فرمایا کہ اپنے والدین کے خاندان کے نسبوں کو معلوم کرو یعنی یہ جاننے کی کوشش کرو کہ رشتہ داری کی شاخیں کہاں کہاں تک ہیں، اور کون کون شخص دور یا قریب کے واسطے سے ہمارا کیا لگتا ہے، پھر اس شجرۂ نسب جاننے کی ضرورت بتائی، اور وہ یہ کہ صلۂ رحمی کا اسلام میں بہت بڑا مرتبہ ہے، اور صلۂ رحمی ہر رشتہ دار کے ساتھ درجہ بدرجہ اپنے مقدور کے مطابق کرنی چاہئے، لہٰذا یہ جاننا ضروری ہے کہ کس سے کیا رشتہ ہے، اس کے بعد صلۂ رحمی کے تین فائدے بتائے:۔

اول: یہ کہ اس سے کنبہ اور خاندان میں محبت رہتی ہے، جب ہم رشتہ داروں کے یہاں آئیں جائیں گے، ان کے دکھ سکھ کے ساتھی ہوں گے، روپے پیسے سے یا کسی اور طرح سے ان کی خدمت کریں گے تو ظاہر ہے کہ ان کو ہم سے محبت ہوگی اور وہ بھی ایسے ہی برتاؤ کی فکر کریں گے، اگر ہر فرد صلۂ رحمی کرنے لگے تو پورا خاندان حسد اور کینہ سے پاک ہوجائے، اور سب راحت وسکون کے ساتھ زندگی گزاریں۔

دوم: یہ کہ صلہ رحمی کی وجہ سے مال بڑھتا ہے۔

سوم: یہ کہ اس کی وجہ سے عمر بڑھتی ہے، ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنے کے فضائل میں بھی یہ دونوں باتیں گزر چکی ہیں، اور دونوں بہت اہم ہیں، صلۂ رحمی کی وجہ سے اللہ جل شانہٗ راضی ہوتے ہیں (اگر کوئی شخص اس کو اسلامی کام سمجھ کر انجام دے) اور دنیاوی فائدہ بھی پہنچتا ہے، اگر مال بڑھانا ہو تو اس کیلئے جہاں دوسری تدبیریں کرتے ہیں ان کے ساتھ اس کو بھی آزما کر دیکھیں، دوسری تدبیروں کے ذریعے اللہ جل شانہٗ کی طرف سے اضافہ مال کا وعدہ نہیں، اور صلۂ رحمی اختیار کرنے پر اس کا وعدہ ہے۔

نیز عمر زیادہ ہونے کیلئے بھی صلہ رحمی نسخہ اکسیر ہے، اللہ جل شانہ کی طرف سے اس کا بھی وعدہ ہے۔

اچھے اعمال سے آخرت میں کامیابی اور برے اعمال سے آخرت میں ناکامی ایسا کھلا ہوا مسئلہ ہے جس کو سب ہی جانتے ہیں، لیکن نیک اعمال سے دنیا میں جو منافع اور فوائد حاصل ہوتے ہیں اور ان کے ذریعے جو مصائب دور ہوتے ہیں اور برے اعمال کی وجہ سے جو آفات اور تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے بہت سے لوگ

اس سے واقف نہیں، اگر واقف ہیں بھی تو اس کو اہمیت نہیں دیتے، اور دنیاوی تدبیروں ہی کیلئے دوڑتے پھرتے ہیں، اور چونکہ بداعمالی میں بھی مبتلا رہتے ہیں اس لئے دنیاوی تدبیریں ناکام ہوتی ہیں اور نہ صرف یہ کہ مصیبتیں دور نہیں ہوتیں بلکہ نئی نئی آفتیں اور مصیبتیں کھڑی ہوتی رہتی ہیں حدیث نمبر ۲۴ کے ترجمہ اور تشریح میں گزر چکا ہے کہ ماں باپ کے ستانے اور دوسرے رشتہ داروں کے ساتھ قطع رحمی کرنے کا وبال دنیا میں سامنے آجاتا ہے اور آخرت میں جو عذاب ہوگا وہ اس کے علاوہ ہوگا پس جس طرح والدین کا ستانا اور قطع رحمی کرنا دنیا وآخرت کے وبال اور عذاب کا باعث ہے، اسی طرح والدین اور دیگر رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک اور صلۂ رحمی کرنا مال اور عمر بڑھنے کا ذریعہ ہے، جن اعمال کی جو خاصیت اللہ پاک نے رکھی ہے وہ اپنا رنگ ضرور لاتی ہے، اگرچہ صاحب اعمال مقبول بندہ بھی نہ ہو اور اسکے عمل کا آخرت میں ثواب بھی نہ مل سکے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خاندان کے لوگ جب آپس میں صلۂ رحمی کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان پر رزق جاری فرماتے ہیں، اور یہ لوگ رحمٰن کی حفاظت میں رہتے ہیں۔

اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جن طاعات کا بدلہ جلد دے دیا جاتا ہے ان میں سب سے زیادہ جلدی بدلہ دلانے والا عمل صلۂ رحمی ہے، اور اس عمل کا یہ نفع یہاں تک ہے کہ ایک خاندان کے لوگ فاجر یعنی بدکار ہوتے ہیں پھر بھی ان کے مالوں میں ترقی ہوتی رہتی ہے اور ان کے افراد کی تعداد بڑھتی رہتی ہے جبکہ وہ صلۂ رحمی کرتے ہیں۔ اور (یہ بھی فرمایا کہ) جلد سے جلد عذاب لانے والی چیز ظلم اور جھوٹی

قسم ہے، پھر فرمایا کہ جھوٹی قسم مال کو ختم کردیتی ہے اور رحم کو بانجھ کردیتی ہے، اور آباد شہروں کو کھنڈر بنا دیتی ہے۔ (یہ روایات درمنثور ص ۱۷۷ ج ۴ میں مذکور ہیں)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب مال غنیمت کو گھر کی دولت بنا لیا جائے (یعنی امراء اور اصحاب مناصب ہی اس پر قابض ہوجائیں اور مستحقین کو نہ دی جائے) اور امانت کو مال غنیمت سمجھ لیا جائے (یعنی امانت میں خیانت کرکے اسے اپنی چیز سمجھ کر کام میں لانے لگیں) اور زکوٰۃ کو تاوان سمجھا جانے لگے، اور (دینی) علم غیر کیلئے سیکھا جائے اور مرد اپنی بیوی کی اطاعت کرے اور ماں کی فرمانی کرے، اور دوست کو قریب کرے، اور باپ کو دور کرے، اور مسجدوں میں آوازیں بلند ہونے لگیں اور قبیلہ کا سردار فاسق اور قوم کا ذمہ دار وہ شخص بن جائے جو ان میں سب سے زیادہ رذیل ہو، اور انسان کا اکرام اس کے شر کے خوف سے کیا جائے، اور گانے والی عورتیں اور گانے بجانے کے سامان ظاہر ہوجائیں، اور شرابیں پی جانے لگیں، اور اس امت کے لوگ اگلے لوگوں پر لعنت کرنے لگیں تو اس وقت سرخ آندھی اور زلزلہ کا اور زمین میں دھنس جانے کا اور صورتیں مسخ ہوجانے کا اور آسمان سے پتھر برسنے کا انتظار کرو۔

اور ان نشانیوں کا انتظار کرو جو پے در پے اس طرح ظاہر ہوں گی جیسے کسی لڑی کا دھاگہ ٹوٹ جائے اور اس کے دانے ایک دوسرے پر جلدی جلدی گرنے لگیں،

(رواہ الترمذی)

اس حدیث میں مذکورہ عذاب لانے والی جن چیزوں کا ذکر ہے ان میں یہ بھی کہ ''مرد اپنی بیوی کی اطاعت کرے اور اپنی ماں کی نافرمانی کرے اور دوست کو قریب کرے اور باپ کو دور کرے......'' دوسرے معاصی کے ساتھ یہ وبا بھی بہت

عام ہورہی ہے کہ لوگ اپنی بیوی کے ایسے غلام ہوجاتے ہیں کہ اس کے سامنے والدہ کی کوئی حیثیت ہی نہیں سمجھتے' ماں کو خود بھی ایذاء دیتے ہیں' اور بیوی ماں کو ستائے اور زبان درازی کرے' تکلیف دے تو اس کو بھی خوشی سے برداشت کرتے ہیں' اسی طرح دوستوں کی خاطر مدارات اور دلداری خوب بڑھ چڑھ کر کرتے ہیں اور بوڑھے باپ کی خدمت تو کیا کرتے اس کے وجود کو مصیبت سمجھتے ہیں' ہر وقت دوستوں میں مشغول ہیں مگر باپ کے پاس پھٹکتے بھی نہیں' نہ باپ کی بات مانتے ہیں' نہ اس کی خدمت کرتے ہیں اور بہت سے جاہل' ماں باپ سے کام لیتے ہیں' سرداروں کی طرح حکم چلاتے ہیں' اور علامات قیامت میں جو یہ وارد ہوا ہے کہ عورتیں ایسی اولاد جنیں گی کہ اولاد ان پر سرداری کرے گی[1] آجکل یہ پیشینگوئی ناہنجار اولاد کے ذریعہ پوری ہورہی ہے' ان حالات میں اگر مصیبتیں آئیں اور آفتوں کے پہاڑ ٹوٹیں تو کیا تعجب ہے؟ **واللہ الہادی الموفق.**

(۳۴) وَعَنْ اَبِیْ رِمْثَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اِنْتَهَیْتُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ فَسَمِعْتُهٗ یَقُوْلُ بَرَّ اُمَّکَ وَاَبَاکَ وَاُخْتَکَ وَاَخَاکَ ثُمَّ اَدْنَاکَ وَاَدْنَاکَ' اخرجه الحاکم فی المستدرک'

ترجمہ: حضرت ابورمثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ' نے بیان فرمایا کہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی خدمت میں پہنچا' تو آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تو اپنی ماں کے ساتھ اور اپنے باپ کے ساتھ اور اپنی بہن کے ساتھ اور اپنے بھائی کے ساتھ حسن سلوک کر' ان کے بعد ترتیب وار جو رشتہ دار زیادہ قریب تر ہوں ان کے ساتھ حسن سلوک کر' (مستدرک ص ۱۵۱ ج ۴)

[1] فی حدیث جبرئیل "ان تلد الأمة ربتها" أخرجه مسلم، قال النووی: وفی الروایة الأخری ربها علی التذکیراہ، فی شرح هذه الجملة اقوال اخر للشراح غیر ما ذکرنا ۱۲ منه.

ف: اس حدیث پاک میں ماں باپ کے حسن سلوک کے ساتھ بہن بھائی کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا بھی حکم فرمایا ہے' اور پھر فرمایا کہ "ثم ادناک وادناک" ' یعنی ان کے بعد دوسرے رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرو' اور ان میں قریب تر پھر قریب تر کا دھیان کرو۔

مطلب یہ ہے کہ سب رشتے برابر نہیں ہوتے' کسی سے رشتہ قریب کا ہے کسی سے دور کا' اور قریبی رشتہ داروں میں بھی کوئی زیادہ قریب ہوتا ہے کوئی کم قریب ہوتا ہے' اور یہی حال دور کے رشتوں کا ہے' تم حسن سلوک اور صلہ رحمی میں رشتہ کے قرب اور بعد کے اعتبار سے حسن سلوک اور صلہ رحمی کرو' قریب تر کو ترجیح دو' پھر جو اس سے قریب ہو اس کو دیکھو' اور اسی طرح خیال کرتے رہو' یہ فرق مال کے خرچ کرنے میں ہے' سلام کلام میں تو کسی سے بھی دریغ نہ کریں' قطع تعلق تو عام مسلمانوں سے بھی حرام ہے' اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں سے کیسے درست ہوسکتا ہے' عام حالات میں اپنے عزیزوں پر جو کچھ خرچ کرے گا ثواب پائے گا' لیکن بعض حالات میں ان رشتہ داروں کا خرچ واجب ہوجاتا ہے جو محرم ہوں' جس کی تفصیل کتب فقہ میں موجود ہے' اور علماء سے معلوم ہوسکتی ہے۔

بہت سے لوگ بہن بھائی کے ساتھ ظلم اور زیادتی کرتے ہیں' یہ حدیث ان کیلئے نصیحت ہے' بہن بھائی کا رشتہ ماں باپ کے رشتہ کے سبب سے ہے' اس کی رعایت بہت ضروری ہے' ان کے ساتھ حسن سلوک اور صلہ رحمی کرنے کا خاص خیال رکھنا چاہئے' لیکن برعکس دیکھتے ہیں کہ کبھی بڑے بہن بھائی چھوٹے بھائی بہن پر اور کبھی چھوٹے بھائی بہن بڑے بھائی بہن پر ظلم وزیادتی کرتے ہیں' اپنے پاس سے ان پر خرچ کرنے کے بجائے خود ان کا مال دبا لیتے ہیں ماں باپ کی میراث

سے جو حصہ ملتا ہے اس کو ہضم کر جاتے ہیں، والد کی وفات ہوگئی اور بڑے بھائی کے قبضہ میں سارا مال اور جائیداد ہے، اب اس کو اپنی ذات پر اور اپنی بیوی بچوں پر میراث تقسیم کئے بغیر خوب خرچ کرتا ہے، اور چھوٹے یتیم بہن بھائی کو دو چار سال کھلا پلا کر پوری جائیداد سے محروم کر دیا جاتا ہے یہ بچے جب ہوش سنبھالتے ہیں تو پورا مال خرچ ہو چکا ہوتا ہے اور جائیداد بڑے بھائی یا بڑے بھائی کی اولاد کے نام منتقل ہو چکی ہوتی ہے۔

یہ قصے اکثر پیش آتے رہتے ہیں، اور خصوصاً جہاں دو ماں کی اولاد ہو وہاں تو ترکہ بانٹنے کا سوال ہی نہیں اٹھنے دیتے، ہر ایک بیوی کی اولاد کا جتنے مال وجائیداد پر قبضہ ہوتا ہے اس کو دوسری بیوی کی اولاد کو دینے کیلئے تیار نہیں ہوتے، ہر فریق لینے کا مدعی ہوتا ہے، انصاف کے ساتھ دینے کے حق میں نفس کو راضی نہیں کرتا، یہ بہت بڑی قطع رحمی ہوتی ہے اور بہنوں کو تو ماں باپ کی میراث سے کوئی ہی خاندان دیتا ہے ورنہ ان کا حصہ بھائی ہی دبا لیتے ہیں، جس میں دینداری کا لیبل لگانے والے بھی پیچھے نہیں ہوتے، بعض لوگ معاف کرانے کا بہانہ کر کے بہنوں کا حق میراث کھا جاتے ہیں، بہنوں سے کہتے ہیں کہ اپنا حصہ ہمیں دے دو، وہ یہ سمجھ کر کہ ملنے والا تو ہے نہیں، بھائی سے کیوں بگاڑ کیا جائے اوپر کے دل سے کہہ دیتی ہیں کہ ہم نے معاف کیا، ایسی معافی شرعاً معتبر نہیں، ہاں اگر ان کا پورا حصہ ان کو دے دیا جائے اور مالکانہ قبضہ کرا دیا جائے، پھر وہ نفس کی خوشی اور بشاشت کے ساتھ کل یا بعض حصہ کسی بھائی کو ہبہ کر دیں تو یہ معتبر ہوگا۔

حدیث میں یہ جو فرمایا کہ ماں باپ اور بہن بھائی کے بعد ترتیب وار جو رشتہ دار زیادہ قریب ہوں ان کے ساتھ حسن سلوک کرو، اس کا مطلب یہ ہے کہ جس سے

جس قدر رشتہ داری زیادہ قریب ہو اسی قدر اس کے ساتھ صلہ رحمی اور حسن سلوک کا خاص خیال رکھو، صلہ رحمی کے یہ معنی نہیں کہ مال ہی سے خدمت کیا کرو، بلکہ مالی خدمت کرنا، ھدیہ دینا، آنا جانا، غم اور خوشی میں شریعت کے مطابق شریک ہونا، ہنستے کھلتے ہوئے اچھے طریقہ پر ملنا، خیر خیریت معلوم کرنا، اگر دور ہوں تو خط لکھتے رہنا یہ سب صلہ رحمی اور حسن سلوک ہے، ان میں اکثر چیزوں میں تو مالی خرچ بالکل ہی نہیں ہوتا، اور دلداری ہو جاتی ہے، پس حسب موقع اور حسب حال جس طرح کی صلہ رحمی ہو سکے کرتے رہیں۔

خالہ کا اکرام واحترام

(۳۵) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ رَجُلًا اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ اَصَبْتُ ذَنْبًا عَظِیْمًا فَهَلْ لِیْ مِنْ تَوْبَةٍ فَقَالَ هَلْ لَکَ مِنْ اُمٍّ قَالَ لَا قَالَ وَهَلْ لَکَ مِنْ خَالَةٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَبِرَّهَا، رواه الترمذی کذافی المشکوٰة

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آیا اور اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں نے بہت بڑا گناہ کیا ہے، کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ تیری والدہ زندہ ہے؟ عرض کیا نہیں، فرمایا اور کیا تیری کوئی خالہ زندہ ہے؟ عرض کیا جی ہاں زندہ ہے، فرمایا پس تو اس کے ساتھ حسن سلوک کر۔

(مشکوٰۃ المصابیح، ص ۴۲۰ از ترمذی)

ف: اس حدیث میں خالہ کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے

دوسری حدیث میں فرمایا ہے کہ:۔ الخالة بمنزلة الأم" یعنی خالہ ماں جیسی ہے (بخاری) وہ اپنی بہن کی اولاد کو ماں کی طرح دیکھتی اور سمجھتی ہے، اور ماں جیسی شفقت کا برتاؤ کرتی ہے۔

فقہاء نے لکھا ہے کہ ماں کی موت یا طلاق کے بعد بچہ کی پرورش کی حقدار خالہ ہے، اس کا حق دادی اور بہن سے بھی پہلے ہے، اور وجہ اس کی وہی شفقت ہے، والدہ کی موجودگی میں بھی خالہ سے ملنے جلنے کا اور اس کے ساتھ حسن سلوک اور صلہ رحمی کا برتاؤ کرنا چاہئے اور والدہ کی موت کے بعد بھی بلکہ والدہ کی موت کے بعد خالہ کے ساتھ زیادہ حسن سلوک کا خیال رکھے، کیونکہ وہ ماں کی جگہ ہے، ایک کبیرہ گناہ کے کفارہ کے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خالہ کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیا کہ ماں نہیں ہے تو ماں کی بہن ہی کے ساتھ حسن سلوک اور صلہ رحمی کر کے اللہ تعالیٰ سے گناہ کی بخشش کرالو، خالہ کے علاوہ والدہ کے واسطہ سے جو رشتہ دار ہوں ان کے ساتھ بھی صلۂ رحمی کرتے رہیں، نانا، نانی، اور ان کی اولاد اور اولاد کی اولاد، ان سب کے ساتھ صلہ رحمی کا برتاؤ کرتے رہیں۔

رضاعی والدہ کا اکرام واحترام

(۳۶) وَعَنْ اَبِی الطُّفَیْلِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ رَأَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُقْسِمُ لَحْمًا بِالْجِعِرَّانَۃِ اِذَا اَقْبَلَتِ اِمْرَأَۃٌ حَتّٰی دَنَتْ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَبَسَطَ لَھَا رِدَاءَ ہٗ، فَجَلَسَتْ عَلَیْہِ فَقُلْتُ مَنْ ھِیَ؟ فَقَالُوْا ھِیَ اُمُّہُ الَّتِیْ اَرْضَعَتْہُ، رواہ ابو داؤد، کذافی المشکوٰۃ

ترجمہ: حضرت ابوالطفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں نے حضور

اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا، آپؐ مقام جعرانہ میں گوشت تقسیم فرما رہے تھے، اسی موقع پر ایک عورت آگئی، یہاں تک کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قریب پہنچ گئی، آپؐ نے اس کے لئے اپنی چادر مبارک بچھادی، جس پر وہ بیٹھ گئی، یہ ماجرا دیکھ کر میں نے (کسی سے) کہا کہ یہ کون ہے؟ اس پر لوگوں نے بتایا کہ یہ آپ کی (رضاعی) والدہ ہے، جس نے آپؐ کو دودھ پلایا تھا"۔ (مشکوٰۃ المصابیح، ص ۴۲۰ از ابوداؤد)

ف: اس حدیث پاک سے رضاعی والدہ یعنی جس عورت کا والدہ کے علاوہ دودھ پیا ہو، اس کے ساتھ اکرام واحترام اور حسن سلوک کے ساتھ پیش آنے کی اہمیت معلوم ہوئی۔

شراح حدیث نے لکھا ہے کہ یہ خاتون جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی تھیں حلیمہ سعدیہؓ تھیں، جو آپؐ کو بہت چھوٹی عمر میں مکہ مکرمہ سے دیہات میں اپنے قبیلۂ بنی سعد میں لے گئی تھیں، اور آپؐ کو دودھ پلایا تھا، اور کئی سال اپنے پاس رکھ کر آپ کی پرورش کی تھی، انہوں نے اسلام قبول کیا تھا یا نہیں؟ اس میں سیرت نگاروں کا اختلاف ہے، تاہم حدیث پاک سے دودھ کے رشتہ کا احترام کرنے کا پتہ چلتا ہے، دودھ کا رشتہ بھی نسب کے رشتہ کی طرح سے ہے کسی عورت کا دودھ پینے کی وجہ سے وہ سب رشتے حرام ہوجاتے ہیں جو نسب حرام ہوتے ہیں، (الاما استثنی من ذلک) پس جو کسی عورت کا دودھ پی لے اس کے ساتھ اور اس کے شوہر کے ساتھ اور اس کی اولاد وغیرہ کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا چاہئے اور ان کی خیر خبر رکھنی چاہئے۔

قطع رحمی کا وبال

(۳۷) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَاتَنْزِلُ الرَّحْمَةَ عَلٰی قَوْمٍ فِیْهِمْ قَاطِعُ رَحِمٍ رواه البیهقی فی شعب الایمان.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اس قوم پر رحمت نازل نہیں ہوتی جس میں کوئی شخص قطع رحمی کرنے والا موجود ہو"

(مشکوٰۃ المصابیح، ص ۴۲۰ از بیہقی)

ف: جس طرح صلہ رحمی سے اللہ پاک کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی ہیں، اسی طرح قطع رحمی کی وجہ سے اللہ جل شانہ اپنی رحمت روک لیتے ہیں، اور یہی نہیں کہ صرف قطع رحمی کرنے والے سے بلکہ اس کی پوری قوم سے رحمت روک لی جاتی ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ جب ایک شخص قطع رحمی کرتا ہے تو دوسرے لوگ اس کو صلہ رحمی پر آمادہ نہیں کرتے، بلکہ خود بھی اس کے جواب میں قطع رحمی کا برتاؤ کرنے لگتے ہیں۔

(۳۸) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الرَّحِمُ شَجْنَةٌ مِنَ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ اللّٰهُ مَنْ وَصَلَكَ وَصَلْتُهٗ وَمَنْ قَطَعَكَ قَطَعْتُهٗ رواه البخاری کذافی المشکوٰۃ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ لفظ رحم لیا گیا ہے لفظ رحمٰن سے (جو اللہ جل شانہ کا نام ہے) پس اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ (اے رحم) جس نے تجھے جوڑے رکھا (یعنی تیرے حقوق ادا کیے) میں اس